احیائے تصوف کا علمبردار

# ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۳ نومبر ۱۹۹۶



## خانقاہ نوربخشیہ سکردو

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین

(ثاقب محمد یوسف ثاقب)

کا نقیب

# ماہنامہ نوائے صوفیہ

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم

شمارہ نمبر ۲۴ قیمت بارہ روپے نومبر ۱۹۹۶ء

مدیر و ناشر:
ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:
ریگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بدل اشتراک زر سالانہ

| | |
|---|---|
| پاکستان | 144/- روپے سالانہ |
| کویت | 600/- روپے سالانہ |
| متحدہ عرب امارات | 600/- روپے سالانہ |
| انڈیا | 400/- روپے سالانہ |
| یورپ | 600/- روپے سالانہ |

خط و کتابت اور مضامین
بھیجنے کا پتہ:
مکان نمبر D-1021
سیٹلائٹ ٹاؤن
سید پور روڈ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور
رجسٹری بھیجنے کا پتہ:
فلیٹ نمبر 7، بلاک نمبر 14،
کینگری IV، آئی ایٹ ون،
اسلام آباد پاکستان

## فہرست مضامین





ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A-358، سیکٹر G-6/1-1، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکر و تذکر

# حیات کا ماحول

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ و انزلنا من السمآء مآء بقدر فاسکنٰہ فی الارض ---------- و منہا تاکلون - ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے ایک محتاط اندازے کے مطابق پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اگر اس کو (واپس) لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں۔ پھر ہم نے تمہارے واسطے اس زمین سے کھجور اور انگور کے باغ اگا دیے جن میں بہت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے ہو۔ اور جو درخت طور سینا سے نکلتا ہے وہ اپنے ساتھ تیل لے اگتا ہے جس میں کھانے والے روٹیاں ڈبو کر کھاتے ہیں۔ اور تمہارے لئے چوپایوں (کی خلقت) میں بھی غور کرنے کا سامان ہے۔ ہم ان کے پیٹ کی چیز (یعنی دودھ) تمہیں پلاتے ہیں۔ اور تمہارے لئے ان میں بہت فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ (المومنون ۱۸ تا ۲۱)

دنیائے جدید میں جن موضوعات پر آج ہر کہیں گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں ان میں سے ایک ماحولیات کا موضوع ہے۔ چنانچہ ہم اپنے معزز قارئین کو بھی اس موضوع کے بارے میں مختصراً بتائیں گے۔

قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیت میں زندگی کے ایک چکر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یعنی بارش کے سبب مردہ زمین سے سبزہ اور میوہ پیدا ہوتے ہیں جو انسانوں اور حیوانوں کی خوراک بنتے ہیں پھر حیوانات میں سے بھی بعض ایک دوسرے کی خوراک بنتے ہیں اور بنی نوع انسان بھی بہت سے جانوروں کا دودھ اور گوشت بطور خوراک استعمال کرتے ہیں۔ حیواناتی فضلات اور عمل تنفس کے دوران خارج شدہ گیسیں خود نباتات کے لئے بطور خوراک کام آتی ہیں اور جب انسان اور اس کی خوراک بننے والے جانور اور پودے جب مر کھپ جاتے ہیں اور بالآخر گل سڑ جاتے ہیں تو وہ زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرتے ہیں اور یوں روئے زمین سے نئے سرے سے لالہ و گل کے نمودار ہونے کی صورت میں زندگی کے ایک نئے سلسلے کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس نظام میں جاندار اشیاء یعنی پودوں اور جانوروں کی مختلف ادنیٰ انواع نسبتاً اعلیٰ انواع کے لئے خوراک کا ذریعہ بنتی ہیں اور اکثر صورتوں میں اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ علم حیاتیات کا طالبعلم اس نظام سے بخوبی واقف ہیں۔ اس نظام کو سائنسی اصطلاح میں ایکو سسٹم (ECOSYSTEM) کہتے ہیں اور جو علم ایسے نظام کا مطالعہ کرتا ہے اسے ایکالوجی (ECOLOGY) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

## ماحولیات اور تحفظ ماحولیات

(ENVIRONMENT AND RROTECTION OF ENVIRONMENT)

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں برپا ہونے والے صنعتی انقلاب نے انسانی ماحول کو جن خطرات سے دوچار کر دیا ہے اس کے نتیجے میں دنیا کے مختلف ملکوں خصوصاً صنعتی ملکوں کے صاحب شعور لوگوں میں انسانی حیات کے تحفظ کا احساس پیدا ہوا اور فی زمانہ یہ ترقی یافتہ ممالک کا سب سے اہم موضوع بحث ہے۔

## ماحول کا تحفظ کیوں؟

حیات کے ماحول کا تحفظ اس لئے ضروری ہے کہ زندگی اس وسیع و عریض کائنات میں ایک نہایت ہی نادر اور نایاب چیز ہے۔ کائنات کی وسعت کے بارے میں ہم اپنے قارئین کو ایک گزشتہ شمارے میں تفصیل سے بتا چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کائنات اتنی وسیع و عریض ہے کہ اس کے مقابلے میں ہمارے نظام شمسی، جس کا ایک چھوٹا سا ذرہ ہماری دنیا ہے، کی

مثال ایسی ہے جیسے دنیا کے تمام صحراؤں اور ساحلوں پر موجود ریت میں سے ریت کا ایک ذرہ۔ پھر ستاروں کے درمیان ایسی وسیع اور بسیط خلائیں موجود ہیں کہ گویا ہر ستارہ یا ستاروں کا نظام ایک ایسا جہاز ہے جو ایک بہت بڑے خالی سمندر میں اکیلا تیر رہا ہو۔ اتنی وسیع و عریض کائنات میں سوائے ہماری دنیا کے کوئی ستارہ یا سیارہ ایسا نہیں ہے جس پر زندگی کے وجود کا کوئی امکان ہو کیونکہ زندگی کے وجود کے لئے جس مناسب درجہ حرارت اور مناسب عناصر اور مرکبات کی ضرورت ہوتی ہے وہ سوائے ہماری زمین کے کسی اور ستارے پر موجود نہیں ہے۔ پس یہ کہنا سو فیصد مبنی بر حق ہے کہ اس کائنات میں زندگی ایک نہایت ہی قیمتی اور نادر چیز ہے اور کروڑوں سالوں پر محیط بے رحم انقلابات اور ارتقائی عوامل کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی ہے

## تنوع حیات (BIODIVERSITY)

روئے زمین پر حیات کے تنوع اور بوقلمونی پر نظر ڈالی جائے تو انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ خورد بینی جانداروں (MICROORGANISM) اور ارتقائی لحاظ سے اعلیٰ ترین ترقی یافتہ جاندار یعنی حضرت انسانؑ کے درمیان زندگی کی لاکھوں انواع ہیں۔ ان میں سے ہر نوع (SPECIES) قدرت کی تخلیقی صلاحیتوں کا ایک محیر العقول معجزہ ہے۔ زندگی کی ہر نوع منفرد ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی نوع معدوم (EXTINCT) ہوجائے تو اس کے دوبارہ ظہور میں آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آج سے لاکھوں سال قبل روئے زمین پر ڈائی نوسارز (DINOSAURS) نامی عظیم الجثہ مخلوق آباد تھی جو قدرتی آفات کے نتیجے میں تباہی اور ہلاکت کا شکار ہوئی اور آنے والے کسی زمانے میں بھی ان کی مثل پیدا ہونا ناممکن ہے۔ زندگی کے اس تنوع، رنگا رنگی اور بوقلمونی کو تنوع حیات (BIODIVERSITY) کہتے ہیں۔ زندگی کی ان انواع میں سے ایک نوع یعنی انسان تو تخلیق کا ایسا شہکار ہے کہ اس کے جسم، ذہن اور روح کی پیچیدگی پر غور کرنے والے خود ورطہ حیرت میں نظر آتے ہیں۔

## ترقی یا تنزل؟

کائنات میں زندگی کی ندرت، روئے زمین پر زندگی کی بوقلمونی اور بنی نوع انسان کی اعلیٰ ارتقایافتہ خصوصیات کے مطالعے کے بعد یہ حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ حیات انسانی کا تحفظ کیوں ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انسانی تاریخ کے گزشتہ ادوار میں بڑی بڑی جنگوں، سیلابوں، قحطوں، وباؤں اور زلزلوں سے نسل انسانی کو پہنچنے والے زبردست نقصانات کے باوجود انسانی زندگی اس طرح کے عدم تحفظ سے دوچار کیوں نہ ہوئی جیسی سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں جب کہ انسان نے اپنی عقل اور علم کے زور سے پانیوں، ہواؤں، بادلوں غرض تمام مظاہر فطرت اور فطرت کی بے لگام قوتوں کو اسیر اور مسخر کر لیا ہے۔ اس الجھے ہوئے سوال کا ایک سیدھا سادا سا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کو سب سے بڑا خطرہ خود اس کی اپنی ایجادات اور اپنے لائے ہوئے سائنسی اور صنعتی انقلابات سے لاحق ہے۔ اور آج کا دوراندیش انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ آیا انسانی ترقی کا یہ سفر کہیں فی الواقع ایک زوال اور تباہی کا راستہ تو نہیں؟

## انسانی ماحول کو درپیش خطرات

**آج دنیا میں نام نہاد انسانی ترقی کے ہاتھوں انسانی ماحول اور انسانی حیات کو بہت سے سنگین خطرات درپیش ہیں جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں۔**

۱۔ ماحولیاتی آلودگی

(ENVIRONMENTAL POLLUTION)

صنعتی ترقی کے نتیجے میں ظہور میں آنے والی صنعتوں اور ان کی پیداوار سے پیدا ہونے والے فضلات اور زہریلی گیسوں نے ہوا، پانی اور مٹی سب کو آلودہ اور زہرناک بنادیا ہے۔ بیشتر کیمیاوی مادے اور گیسیں زندگی کے لئے سخت نقصان دہ ہیں۔ جن کے باعث خود انسانوں میں بے شمار مہلک امراض کے پیدا

ہونے کے علاوہ نباتاتی حیات اور آبی حیات کو بھی سنگین خطرہ لاحق ہے۔

اوزون کی تہہ کی تباہی

(DEPLETION OF THE OZONE LAYER)

کرہ ہوائی میں ایک خاص قسم کا عنصر موجود ہے جس کو اوزون (OZONE) کہتے ہیں۔اوزون جو آکسیجن سے مماثل گیس ہے کرہ ہوائی میں ایک ڈھال کی صورت موجود ہے اور دنیا کو ان بالائے بنفشی شعاعوں (ULTRAVIOLET RAYS) سے محفوظ رکھتی ہے جو سورج سے خارج ہوتی ہیں اور جن کے بلا روک ٹوک روئے زمین پر پہنچنے کی صورت میں زندگی کے وجود کو سب سے بڑا خطرہ لاحق ہے۔ مختلف کیمیاوی مصنوعات، ایئر کنڈیشننگ، اور خوشبوئیات وغیرہ سے ایک خاص قسم کی گیس خارج ہوتی ہے جسے کلورو فلورو کاربن CFC کہتے ہیں۔ یہ گیس اوزون کی تہہ کو مسلسل تباہ کر رہی ہے اور حیات انسانی کے چند ایک تعیشات کی خاطر بہت بڑا خطرہ ہے۔

تیزابی بارشیں

(ACID RAINS)

یہ بارشیں بھی ہوا میں شامل ہونے والے ان زہریلی کیمیاوی گیسوں کے نتیجے میں ہوتی ہیں جو کیمیاوی صنعتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بارشیں جنگلوں کی تباہی کا باعث بنتی ہیں اور انسانی ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہیں۔

غلافی اثر

(GREEN HOUSE EFFECT)

گاڑیوں اور کارخانوں کے دھوئیں میں شامل بہت سی گیسیں کرہ ہوائی میں ایک غلاف سا بنا لیتی ہیں اور زمین کی سطح سے خارج ہونے والی حرارت کی لہروں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں نتیجتاً روئے زمین کا درجہ حرارت آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے۔ درجہ حرارت میں اس اضافے کے باعث بارشوں میں اضافہ ہوگا بہت سے سرد خطوں کے جنگلات متاثر ہوں گے اور قطبین میں موجود بڑے بڑے گلیشیروں کی برف پگھلے گی۔ نتیجتاً سمندر کی سطح میں اضافہ ہوگا اور دنیا کے بہت سے بڑے بڑے شہر جو سطح سمندر سے نہایت کم بلندی پر واقع ہیں، زیر آب آجائیں گے۔ اور ان میں زندگی اور تہذیب کا نشان ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا خطرات کے علاوہ صنعتی ترقی کے ہاتھوں انسانی ماحول کو اور بھی بے شمار مسائل کا سامنا ہے۔ مثال کے طور پر بہت سی مہلک بیماریوں کا سبب ماحول کی آلودگی ہے۔ گاڑیوں اور دیگر سائنسی ایجادات سے پیدا ہونے والے شور اور دھوئیں کے باعث انسانی صحت، سماعت اور بینائی متاثر ہونے کے علاوہ بہت سی نفسیاتی عوارض بھی پیدا ہوتے ہیں۔

## تباہی کے محرکات

ماحولیاتی آلودگی سے پیدا ہونے والی تباہی اور اس کے ممکنہ خطرات کا اصل ذمہ دار خود انسان اور اس کی تعیش اور آسانی کی ہوس ہے۔ انسان کا فطری ماحول یا ایکو سسٹم موجودہ تہذیب یافتہ دور کے جدید آراستہ و پیراستہ شہروں کی نسبت جنگلوں کے قدرتی ماحول سے قریب تر ہے۔ آج کا انسان جس کرب میں مبتلا ہے اس کا اصل سبب اسی نظام فطرت سے انحراف ہے۔ بظاہر دور جدید کے انسان نے اپنی آسائش کے لاتعداد ذرائع ایجاد کئے ہیں مگر وہ رفتہ رفتہ اپنے آپ کو تباہی کے منہ میں دھکیل رہا ہے۔ انسان اپنے آپ کو نظام فطرت کا منبع فکر سمجھتا ہے مگر لگتا یوں ہے کہ وہ اس خوبصورت دنیا کے وجود کے لئے ایک ناسور یا کینسر بن رہا ہے۔ زمین ایک زندہ اور ذی حس وجود رکھتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ انسانوں کی یہ غلط کاریاں زمین کے زیادہ دیر قابل برداشت نہ رہیں اور وہ نسل انسانی کو اپنے آپ سے جھٹک کر علیحدہ کر دے۔ ایسی صورتحال میں وجود نسل انسانی عدم سے ہمکنار ہو جائے گی۔

## ماحول کی تباہی اور حیات کی بربادی کا علاج

ماحول حیات کی بربادی کا واحد علاج دین فطرت کو اپنانا ہے۔ دین فطرت میں عقل کل علیم و خبیر خدا کی ذات ہے۔ انسان تسخیر فطرت پر مامور ضرور ہے مگر احکام الٰہی کو پس پشت ڈال کر وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ انسان ہوس پرستی کے ہاتھوں اندھا ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں

باقی صفحہ نمبر ۱۳

(گزشتہ سے پیوستہ)

# مجموعہ شریعت محمدیہ

علامہ محمد بشیر

فالمجنون اذا برئ و المغمی علیہ اذا افاق والحائض اذا طهرت و بقی من الوقت مقدار الصلوٰة الحاضرة .................. العشاء وحدها۔

ترجمہ ۔چنانچہ جب پاگل ٹھیک ہو جائے ، بے ہوش آدمی جب ہوش میں آئے اور ماہواری والی عورت جب پاک ہو جائے درانحالیکہ وقت میں سے موجودہ وقتی نماز کی ادائیگی کی مقدار باقی ہو............. تو اکیلی عشا کی نماز واجب ہے۔

## وضاحت

مجموعہ شریعت محمدیہ فقہ الاحوط کی مندرجہ بالا عبارتوں میں نماز کی چھوٹ کے اسباب کے خاتمہ پر وجوب نماز کی صورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔وجوب صبح کی صورت

۲۔وجوب ظہر اور عصر کی صورت

۳۔وجوب مغرب اور عشا کی صورت

۱۔نماز کی چھوٹ کے اسباب یعنی پاگل پن وغیرہ سے جب نجات مل جائے تو دیکھا جائے گا کہ یہ صورت کس نماز کے وقت پیدا ہوئی ۔اگر صبح کا ہو تو ٹھیک ہونے کے بعد طلوع آفتاب سے قبل کم از کم دو رکعت نماز کی بجا آوری کا وقت باقی ہو تو صبح کی نماز واجب ہو جائے گی۔

۲۔اگر سہ پہر کا وقت ہو تو دیکھا جائے گا کہ غروب آفتاب سے قبل کم از کم آٹھ رکعت نماز کی بجا آوری کا وقت باقی ہے یا نہیں ۔اگر ہے تو ظہر اور عصر کی نمازیں واجب ہو جائیں گی ۔اگر غروب آفتاب سے قبل صرف چار رکعت نماز کی ادائیگی کا وقت باقی ہو تو صرف عصر کی نماز واجب ہو جائے گی۔

۳۔اگر رات کا وقت ہو تو دیکھا جائے گا کہ پو پھٹنے سے قبل کم از کم سات رکعت نماز پڑھنے کی مقدار کا وقت باقی ہے یا نہیں ۔اگر ہے تو مغرب اور عشا کی نمازیں واجب ہو جائیں گی ۔اگر پو پھٹنے سے قبل صرف چار رکعت نماز کی بجا آوری کی مقدار کا وقت باقی ہو تو اس صورت میں صرف نماز عشا واجب ہو جائے گی۔

(جاری ہے)

## انتقال پر ملال



اخوند محمد حسین مرحوم کی ایک یادگار تصویر

۱۴ محرم الحرام بمطابق یکم جون ۱۹۹۶ ، بروز ہفتہ سہ پہر تین بجے تصوف کے ایک اہم عالم دین جناب اخوند محمد حسین اپنے آبائی گاؤں براہ میں اس دار فانی کو خیرباد کہہ گئے ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک نیک خصلت، شریف النفس ، رحم دل، سادہ طبع، عبادت گزار اور شفیق انسان تھے ۔اپنے محلے کی مسجد میں عیدین کا خطبہ دیتے، نماز پڑھاتے اور محرم الحرام کی مجالس بھی پڑھاتے تھے۔

مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے خالو اور جناب علامہ محمد بشیر صاحب کے دادا بزرگوار سے حاصل کی تھی ۔جب حد بلوغت کو پہنچے تو مسجد کی امامت آپ کے سپرد کی گئی چنانچہ آپ نے مزید تعلیم کے لئے دہلی، جالندھر، امرتسر اور لاہور کا سفر کیا ۔ساتھ ساتھ کسب معاش بھی کرتے تھے ۔پچیس برس بعد وطن واپس لوٹے اور متاہل ہوئے۔

مرحوم اعتکاف کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے ۔وفات سے قبل انہوں نے چلہ کشی بھی کی تھی ۔مرحوم کا سلسلہ نسب تیسری پشت میں مشہور عارف کامل عبداللہ ابن معین سے ملتا ہے ۔انہوں نے ۷۶ سال کی عمر پائی ۔سوگواروں میں ایک بیوہ، چھ بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

محمد بشیر براہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

# تصوف

احمد علی منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

## دین اسلام کی دو حیثیتیں اور اس کی حفاظت کے دو وعدے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کامل اختصار کے ساتھ اسلامی تصوف کی خصوصیات کو اپنی تصنیف ہمعات میں واضح فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور دین کے قیام اور اس کی حفاظت کے سلسلے میں آپؐ سے مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا آپؐ سے قرآن میں دو وعدے کئے گئے ہیں۔

(ا) لیظہرہ علی الدین کلہ۔ایک یہ کہ اس دین کو ادیان عالم پر غالب کیا جائے گا۔

(ب) انا لہ لحافظون - دوسرا یہ کہ اس دین کی حفاظت کی جائے گی۔

پہلے وعدے کی تکمیل کے لئے ریاست مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔غزوات و سرایا ہوئے۔فتح مکہ اور عرب کی فتوحات ہوئیں بلاد روم و شام و ایران فتح ہوئے۔یہ ذمہ داری خلفاء اسلام اور امراء و سلاطین اسلام کے ذریعے پوری کرائی گئی۔جہاں تک دین کی حفاظت کے دوسرے وعدے کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔۱۔ظاہری ۲۔باطنی

جہاں تک دین کی ظاہری حیثیت کا تعلق ہے اس کا مقصد و مصلحت عامہ کی نگہداشت اور اس کی دیکھ بھال ہے۔اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ احکام و معاملات جو اس معاملات جو اس مصلحت عامہ کے لئے بطور ذرائع و اسباب کے ہیں ان کا قیام عمل میں لایا جائے اور ان کی اشاعت میں کوشش کی جائے جیزوں سے مصلحت عامہ میں تحریف ہوتی ہو ان کو سختی سے روکا جائے۔

جہاں تک دین کی باطنی حیثیت کا تعلق ہے، نیکی و طاعت کے کاموں میں جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ان کے احوال و کوائف کی تفصیل دین کی باطنی حیثیت کا مقصود اور نصب العین ہے یہ لوگ اہل صوفیاء ہیں۔(ھمعات ص ۴۳، ۴۴)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ سے حفاظت دین جو وعدہ کیا گیا تھا آپ کی وفات کے بعد اس وعدہ کی حفاظت کی دو شکلیں پیدا ہوئیں۔ایک گروہ وہ ہے جن کا ذکر پہلے کیا گیا۔فقہاء، محدثین، نمازیوں، قاریوں کی جماعت ہے جو دین کی ظاہری حیثیت کے محافظ بنے۔چنانچہ ہر زمانے میں اہل ہمت کی یہ جماعت مصروف عمل نظر آتی ہے۔دین کی تحریف کی اگر کہیں کوشش ہو تو یہ لوگ اس کی تردید میں اٹھ کھڑے ہوتے۔(ہمعات ص ۴۴)

دین کے محافظین کا دوسرا گروہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے باطن دین کی حفاظت کی (جس کا نام تصوف ہے) استعداد عطا فرمائی۔ہر زمانے میں اس گروہ کے بزرگ عوام الناس کا مرجع رہے ہیں۔طاعت و نیکوکاری کے اعمال سے باطن نفس میں جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دلوں کو ان سے جو لذت ملتی ہے یہ بزرگ لوگوں کو ان امور کی دعوت دیتے ہیں۔نیز یہ انہیں نیک اخلاق اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔"(ہمعات ص ۴۴،۴۵)

حضرت شاہ ولی اللہ کی اس مختصر اور جامع وضاحت کے بعد اسلامی تصوف کی حقیقت اور خصوصیت قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے۔اس وضاحت سے ظاہر اور باطن کے الفاظ سے بعض ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے۔شاہ ولی اللہ کی تصریح کے مطابق ظاہر اور باطن کو اسلام کے نظریہ توحید سے مغایرت یا اختلاف پر مبنی نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان الفاظ کو ایمان و عمل کی ثنویت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔شاہ صاحب نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے کہ فقہاء اور محدثین پر فرض ہے کہ وہ امت مسلمہ کی اجتماعی ہیئت کو حدود شریعت سے متجاوز نہ ہونے دیں۔دین کے دوسرے محافظ جن کو

ہم صوفیاء کہتے ہیں ان کے فرائض یہ ہیں کہ وہ امت مسلمہ میں احسان کی زیادہ سے زیادہ استعداد حاصل کرنے میں راہنمائی کریں۔ شیخ ضیاء الدین سہروردی نے آداب المریدین میں ظاہر و باطن کی یک رنگی سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جس سے شاہ صاحب کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ "ہر مذہب کا بھی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کا ظاہر خلق اللہ کے ساتھ ادب کا استعمال ہے اور اس کا باطن نزول احوال اور مقامات کے وقت حق تعالیٰ کی معیت ہے۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنے کپڑوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو فرمایا کہ "اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔" (آداب المریدین ص ۳۰،۳۱)

شیخ ضیاء الدین سہروردیؒ اور شاہ ولی اللہ نے اسلامی تصوف کی جن خصوصیات کی نشاندھی کی ہے تاریخ کے مختلف ادوار میں جبکہ ملت اسلامیہ ناقابل یقین حد تک روحانی، فکری، سیاسی اور معاشرتی انقلابات اور تغیرات سے دوچار ہوتی رہی ہے اسلامی تصوف کے اصل اصول میں کسی نوع کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ کاملین تصوف نے اس زر خالص میں ملاوٹ کے ہر امکان کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اس کی شہادت صوفیاء کرام کے وہ اقوال ہیں جو تصوف کے بارے میں ان سے منقول ہیں۔

(ا) شیخ علی ہجویریؒ فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی صفائی جاتی رہی اور اس کی کدورت باقی رہ گئی اور ظاہر ہے کہ لطیف اور صاف چیز اور میلی و مکدر چیز علیحدہ علیحدہ ہے اب یہ امر ظاہر اور واضح ہے کہ اہل تصوف نے اپنے تمام معاملات اخلاق، معاشی، معادی، مہذب کر لیے اور اپنا دل کدورت آفات دنیا سے صاف کر لیا اس لئے انہیں صوفی کہا گیا۔ (کشف المحجوب ص ۳۱)

(ب) لوگوں نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے دریافت کیا کہ صوفیاء کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ جو سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں سب چیزوں سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ (تاریخ تصوف اسلام ص ۱۹۸)

(ج) سید الطائفہ امام التصوف حضرت جنید بغدادیؒ نے اس موضوع پر جو نکات بیان کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ راستہ (تصوف) اس شخص کے لئے ہے جو قرآن حکیم کو داہنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھامے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کو بائیں ہاتھ میں مضبوطی سے تھامے رکھے اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں راہ حیات طے کرے تاکہ بے یقینی کی خارزار میں اٹک کر نہ رہ جائے اور نہ بدعت کی تاریکی میں راستے سے بھٹکے۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۱۹۸)

۲۔ صوفی وہ ہے کہ جس کا دل حضرت ابراہیمؑ کے دل کی مانند دنیا کی محبت سے محفوظ ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرے۔ اس کی سپردگی حضرت اسماعیلؑ کی طرح ہو۔ اس کا حزن وملال حضرت داؤدؑ جیسا ہو اس کا فقر حضرت عیسیٰؑ کی مثال ہو۔ اس کا صبر حضرت ایوبؑ کی طرح ہو اس کا جذبہ شوق موسیٰؑ کے شوق کی مانند ہو اور دعا کرتے وقت اس کا اخلاص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تتبع میں خالص ہو۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۱۹۹)

۳۔ تصوف اپنے دل کو مخلوق میں مقبول ہو جانے کے خیال سے پاک کرنا ہے اور طبعی عادتوں سے خود کو جدا کر لینا ہے اور بشری صفات کو دور کر لینا ہے اور نفسانی جذبات سے دور رہنا ہے اور روحانی صفات کو اپنی ذات میں پیدا کرنا اور حقیقی علوم کے ذریعے روحانی ترقی حاصل کرنا ہے اور ہمیشہ بہتر کاموں میں مشغول رہنا اور تمام امت کو حق کی وصیت کرنا ہے اور حقیقت کو حقیقت کی جگہ رکھنا ہے اور امور شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنا ہے۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۱۹۹)

(د) حضرت ابو سعید بن ابی الخیرؒ کا قول ہے۔ تصوف دل کی سربلندی ہے اور درویشی تونگری اور بندگی میں آقائی ہے اور بھوک میں سیری کا احساس اور عریانی میں لباس ہے اور غلامی میں آزادی اور موت میں حیات ہے اور تلخی میں شیرینی ہے جو کوئی اس راہ میں آئے اور اس میں یہ خوبیاں پیدا نہ ہوں وہ ہر وقت سرگرداں اور پریشان رہے گا۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۲۰۳)

(ح) شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا "صوفیاء کرام مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئی ہے کیوں کہ انہوں نے اس کی تعمیل کی اور جس بات سے روکا اس سے باز رہے ۔ یہ صوفیاء کرام ہیں جنہوں نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کیا کیوں کہ انہوں نے اپنے ابتدائی زمانے میں آپ کے اعمال کی اقتداء کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرکار ان میں اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح راسخ ہوگئے لہذا اخلاق کی اصلاح اس وقت ہوتی ہے جب تزکیہ نفس ہو اور نفس کا تزکیہ اس وقت ہوتا ہے جب شریعت کی قیادت تسلیم کی جائے ۔
(عوارف المعارف ص ۸۳)

(ز) ابو محمد حریریؒ کا قول ہے ۔ تصوف کا معنی ہے اس منزل میں داخلہ جہاں خیر وطیب کے سوا کچھ اور نہیں اور جس کے

بعد اخلاق دنی اور خلق غیر شائستہ کا کوئی امکان نہیں رہتا ۔
(الحیات الروحیہ فی الاسلام ص ۱۷)

## تصوف کی حقیقی روح

مختلف سلاسل تصوف کے بزرگ اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف تزکیہ اخلاق کا دوسرا نام ہے اور یہ تزکیہ اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی اور متابعت سے حاصل ہوتا ہے ۔ دوسرے لفظوں میں طریقت شریعت سے علیحدہ نہیں ہے ۔ دونوں کا اصل اصول کمال اطاعت اور اہتمام عبدیت ہے ۔ ان اقوال و ملفوظات سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اس تشریح کا مفہوم بھی واضح ہوتا ہے کہ دین اسلام کی دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی ۔ یعنی ظاہری و باطنی اعمال کی ادائیگی سے دل پر جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا حصول اور ان کی بقاء صوفیہ کا نصب العین رہا ہے ۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صوفیہ کے مخصوص مسلک اور اس کی مقبولیت نے مسلمانوں کے فکری اور روحانی انتشار کے دور میں ایک دفاعی حصار کی حیثیت اختیار کر لی تھی ۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں جب کہ علماء و مفسرین اصول اور عقائد کی سادگی میں فلسفہ کی آمیزش کو روا سمجھتے تھے اور مسلمان حکماء لاشعوری طور پر اسلامی علوم کو فلسفہ کی غلامی میں دے رہے تھے ، یہ صوفیہ ہی تھے جنہوں نے اس روش سے بیزاری کا اظہار کیا اور بعض معرکہ الآراء تصنیفات کے ذریعے علماء و مفسرین کو غلط روش اختیار کرنے سے تنبیہہ کی ۔ اس میں شک نہیں کہ بعض علماء ، فقہاء و محدثین نے حفاظت اسلام کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملت اسلامیہ کی ہیئت اجتماعی کو اخلاقی خلفشار سے محفوظ رکھنے میں جتنے عوامل کام کر رہے تھے ان میں سب سے زیادہ توانا اور قوی و موثر کبار صوفیہ کی منظم شخصیت اور پاکیزہ اور مخلصانہ طرز احساس تھا ۔ تصوف کی حقیقی روح اور اس مسلک کی اساس وہ مفروضات نہیں ہیں جو اسلام کے بنیادی عقائد اور اس سے پیدا ہونے والی انفرادی اور اجتماعی طرز احساس کا مطالعہ کئے قائم کر لئے گئے ہیں ۔ بلکہ اس مسلک کی بنیاد آمنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر پر قائم ہوئی ہے ۔ اطاعت الٰہی ، اتباع سنت اور اخلاص و عمل ان کا شیوہ رہا ہے ۔ اسلامی تصوف کی خصوصیات میں جو امور داخل ہیں وہ توحید ایمان بالغیب ، صفات باری تعالیٰ ، اخلاص ، عمل ، اتباع سنت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔ یہ خصوصیات اسلامی تصوف کو دیگر روحانی مسالک سے ممتاز کرتی ہے ۔ آج بدقسمتی سے تصوف ایک بے حقیقت نام ہے لیکن اس سے قبل نام نہ تھا لیکن اس کی حقیقت ضرور تھی ۔ یعنی صحابہ کرام اور ائمہ کرام کے زمانے میں تصوف کا نام ( مستعمل تو) نہ تھا لیکن اس کی حقیقت ہر ایک میں تھی اب (تصوف کا) نام ہے حقیقت نہیں یعنی جب معاملات معلوم تھے اور دعویٰ مجہول تھا اور اب دعویٰ عام ہے لیکن معاملات مجہول ہیں ۔ (کشف المحجوب ص ۴۲)

(جاری ہے)

### بقیہ قارئین کے خطوط

ہم نور بخشی طلباء جو آزاد کشمیر یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں نوائے صوفیہ کی دوسری سالگرہ کے موقع پر جملہ اراکین نوائے صوفیہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں ۔ ہم سب طلباء نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس رسالے کے مستقل خریدار بنیں تاکہ یہ معیاری رسالہ ہمیشہ جاری و ساری رہے ۔ چندے کی رقم ارسال خدمت ہے ۔

متعدد طلباء کے نام

# حقیقت عشق

## خطبات مولوی علی کوروی

م ۔ ش ۔ کوروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

حاضرین مجلس ۔ خداوند عالم وحدہ لاشریک کے لئے حمد و ثنا اور رسول اکرمؐ اور آپ کے آل اطہار پر درود و سلام کے بعد خداوند عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے ۔ ان کنتم تحبون اللہ الخ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ چونکہ ہمارے آباء و اجداد خدا کے حضور عزیز تھے، اس لئے ہم ہی خدا سے محبت رکھنے والے ہیں۔

محبت خداوندی کے وہ دعویدار ضرور تھے لیکن رسول کریمؐ کے آئین اور احکامات سے وہ اتفاق نہیں کرتے تھے اور اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے ۔ اس صورت حال کی مناسبت سے خداوند عالم نے یہ آیت اپنے حبیب پر اتاری اور فرمایا کہ اے میرے حبیب ان سے کہہ دیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو اور اس کی دعویٰ کرتے ہو تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو تاکہ خدا تم سے محبت کرے اور تمہیں دوست رکھے۔

محبت کے چار درجے یا مرتبے ہیں ۔ مرتبہ اول حب ہے ۔ یہ گویا انسانی جلد اور گوشت کے مابین موجود محبت ہے ۔ یہ ناپائیدار اور مطلب اور غرض سے پیوستہ محبت ہے ۔ مرتبہ ثانی وہ ہے جو حب سے ایک درجہ بلند تر ہے ۔ جو گویا انسانی ہڈیوں کے مغز یا گودے سے پیوستہ ہے ۔ محبت کی یہ وہ قسم ہے جو حصول مقصد تک پہنچاتی ہے ۔ درجہ ثالث عشق ہے درجہ عشق میں عاشق اپنی جان، اپنا مال، اپنی عزت اور اپنی خواہشات سب کچھ لٹا کر محبوب کی رضا کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے ۔ اس مقام تک رسائی کے بعد شریعت محبت کرنے والے کا مواخذہ نہیں کرتی ۔ اسی لئے مولانا رومؒ مثنوی معنوی میں مقام عشق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

عشق آمد عقل او بیچارہ شد
عشق آمد ہوش او بیکارہ شد

مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کی ذات سے کسی کی محبت جب مقام عشق تک پہنچتی ہے تو اس کی عقل بیکار اور ہوش بے حس ہو جاتا ہے ۔ اس کا اختیار ذاتی ختم ہو جاتا ہے ۔ عقل کوتوال شہر کی مانند ہے ۔ جب بادشاہ موجود ہو تو وہ دبک کر بیٹھتا ہے اس اختیار ختم ہو جاتا ہے اور ہر امر میں حکم شاہ کا منتظر رہتا ہے ۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت ہم ایک عاشق حقیقی کی ایمان افروز مثال سے کرتے ہیں جس کا نام اویس تھا ۔ وہ ملک یمن میں رہتے تھے اور رسول کریمؐ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے ۔ اویس کا واقعہ صاحب کتاب کشف الحقیقت یوں بیان فرماتے ہیں۔

اویس عشق و وفا کا معدن اور صدق و صفا کا سرچشمہ تھے ۔ اگرچہ دیدار رسول سے مشرف نہ ہوئے تھے لیکن غائبانہ عشق رسول میں مبتلا تھے ۔ ایک روز اویسؓ نے اپنی والدہ سے اجازت چاہی کہ رسول اللہ کی زیارت کے لئے مدینہ جائیں ۔ والدہ نے آپ کو زیارت رسول کے لئے صرف ایک ہفتہ کی مہلت دے دی ۔ اس اجازت کو لے کر روانہ ہوئے لیکن اتفاق سے ان دنوں رسول کریمؐ جہاد پر تھے ۔ اویس نے آٹھ دن انتظار کیا لیکن پھر اپنی والدہ کی ہدایت کے پیش نظر مزید انتظار نہ کر سکے اور واپس روانہ ہوئے ۔ اویس کی واپسی کے بعد رحمت عالم جہاد سے فتح و ظفر کے ساتھ واپس تشریف لائے تو دولت خانہ میں قدم رکھتے ہی فرمایا کہ انی لاجد ریح نفس الرحمان من قبل یمن مجھے یمن کی طرف سے خداوند عالم کی خوشبو آرہی ہے ۔ یہ اشارہ اویسؓ کی طرف تھا ۔ آئیے اب اس بات کا تعین کریں کہ اویس عشق کے کس مقام پر فائز تھے۔

اویسؓ پیغمبر خداؐ کے عشق میں سرشار و بےخود بیٹھے تھے کس اس حالت میں آپ کو یہ خبر ملی کہ غزوہ احد میں رسول پاکؐ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے ہیں ۔ اویس نے یہ اندوہ ناک خبر

سنی تو اپنے آپ سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے اویسؓ رحمت اللعالمین کے بارے میں حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے کہ خلقت الاشیاء لاجلک و خلقت لاجلی ۔اے میرے حبیب ہم نے تمام اشیائے عالم کو تیری خاطر اور تجھے اپنی خاطر بنایا ہے ۔۔۔۔۔اس ہستی پر فائز ہستی کے دو دانت شہید ہو چکے ہیں اب تمہارے اب بے قیمت دانتوں کا کیا فائدہ؟ اویس نے یہ کہا اور اپنے دو دانت اکھاڑ لئے ۔یہ مقام عشق ہے ۔جہاں عقل حیلہ جو حیران کھڑی محو تماشا نظر آتی ہے مگر عشق اپنا کام کر گیا ہے ۔لیکن یاد رکھئے کہ اگر یہی عمل کسی دکھاوے ،ریاکاری یا ذاتی مقصد کی تکمیل کے لئے کیا جاتا تو ضرور شریعت مطہرہ اس کا مواخذہ کرتی ،لیکن عشق و محبت کی وجہ سے بزرگان دین پر گزرے ہوئے مصائب کو یاد کرنا، ترس کھانا، دکھ اٹھانا یہ سب اجزائے ایمان

ہیں ۔چنانچہ اویس قرنی نے اپنے دو دانت نکالنے کے بعد سوچا کہ ممکن ہے رسولؐ کے شہید ہونے والے دانت دو دیگر دانت ہوں اس خیال کے آتے ہی دو اور دانت نکال دیئے ۔اسی طرح یکے بعد دیگرے اپنے اٹھائیس دانت نکال دیئے ۔یہ مقام عشق ہے مقام مواخذہ نہیں ۔

خدا کے پیغمبرؐ کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت علیؓ اور ایک صحابیؓ کو آپ کی خبر گیری کے لئے بھیجا ۔یمن پہنچ کر ان حضرات نے اویسؓ کے متعلق استفسار کیا تو لوگوں کو ان کے نام سے ہی ناواقف پایا ۔بالآخر ایک عمر رسیدہ شخص نے مولائے متقیان کو خبر دی کہ یا علی ۔اویس نامی ایک شخص یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر ایک دیہات میں رہتا ہے لیکن وہ عام انسانوں سے مختلف ہے جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے ۔مولائے متقیان نے اپنے قلب مطہر میں یہ تصور کر لیا کہ یقیناً یہی شخص اویس ہے ۔بالآخر آپ اویس سے ملے اور ان کو پیغمبر اسلام کا سلام پہنچایا اور حضور پاکؐ کی طرف سے ان کی سات پشتوں کے جنتی ہونے کی خوش خبری دی ۔

حاضرین مجلس ۔محبت جب عشق کے مقام پر پہنچتی ہے ۔جو معشوق جو چاہتا ہے عاشق وہی کرتا ہے ۔اور محبوب کی ہر بات پر بلا حیل وحجت یقین کر لیتا ہے ۔مثلاً آپ خدا پر ایمان رکھتے ہیں آپ نے خدا کو دیکھا نہیں ہے ۔مگر محبوب خدا نے آپ کو بتایا ہے

## بقیہ آپ کے مسائل اور ان کا حل

۱۔جملہ علاقائی زبانوں پر کامل عبور حاصل ہونا۔
۲۔کسی ترجمان کی خدمت حاصل کرنا۔

۱۔اگر مبلغ جن جن علاقوں میں تبلیغ کے لئے جاتا ہو وہ ان سب علاقوں کی زبانیں جانتا ہو تو اس کے لئے تبلیغ دین میں کسی ترجمان کی ضرورت نہیں پڑتی ۔بلکہ وہ ہر علاقے میں اس علاقے کی زبان میں تبلیغ کا فریضہ انجام دیا کرتا ہے ۔

۲۔اگر مبلغ کو تمام علاقائی زبانوں پر عبور نہ ہو تو وہ تبلیغی دورے میں کسی ترجمان کی خدمت حاصل کیا کرتا ہے ۔تاکہ اس کی بات لوگوں تک ان کی اپنی زبان میں پہنچائی جاسکے ۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تبلیغ کی ان دو صورتوں پر عمل کرکے دین حق کو ہر جگہ سربلند کیا۔

### امکانی کرامت کی صورت

اس عالم کون وفساد میں اصحاب کرامات اولیائے کرام کا وجود عام انسانوں کے لئے باعث خیر و برکت ہوا کرتا ہے ۔چنانچہ ایسا بھی خارج از امکان نہیں کہ کوئی مبلغ ولی کامل کسی ایسے علاقے میں پہنچ جائے جہاں کی علاقائی زبان سے وہ پہلے واقف نہ ہو ۔وہاں پہنچ کر وہ حق کی تبلیغ کرتا ہے ۔اس کو کسی ترجمان کی خدمت حاصل کرنے کا بھی موقع نہیں ۔ایسی حالت میں ولی کامل کی کرامت کا ظہور اپنا کام کر دکھاتا ہے اور وہ کسی نہ کسی طریقے سے اس علاقے کے لوگوں کو حق بات پہنچانے اور سمجھانے میں کامیاب ہو جاتا ہے ۔شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایسی ہی صورتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے اور انہوں نے اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کشمیر کو ایک چھوٹا سا ایران بنا دیا تھا ۔اس میں امکانی کرامت کی صورت بھی کارفرما تھی ۔

جواب نمبر ۵ ۔بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔وہ معذور فرد مومن جس کو ہر وقت تیمم کا سہارا لینا پڑتا ہو وضو اور غسل کے لئے پانی کا استعمال کرنا اس کے بس کا روگ نہ ہو تو وہ تیمم کر کے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی ادائیگی کی صورت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے ۔لہٰذا وہ نماز جماعت میں شرکت کی غرض سے مسجد میں بھی داخل ہو سکتا ہے ۔اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں ہے

باقی صفحہ نمبر ۱۲

# توبہ استغفار کے آداب

سید ذوالفقار علی قمر الموسوی منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

توبہ کی قبولیت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے چاہے کتنے ہی بڑے بڑے گناہ سرزد ہوئے ہوں، توبہ سے مایوسی کافروں کا شیوہ ہے۔ مومنوں کی تو امتیازی خوبی ہی یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہوتے ہیں اور کسی حال میں خدا سے مایوس نہیں ہوتے۔ گناہوں کی زیادتی سے گھبرا کر مایوسی میں مبتلا ہونا اور توبہ کی قبولیت سے ناامید ہونا ذہن وفکر کی تباہ کن گمراہی ہے خدا نے اپنے محبوب بندوں کی یہ تعریف نہیں فرمائی کہ ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا بلکہ فرمایا ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے صفائی سے ان کا اعتراف کرتے ہیں اور خود کو پاک رکھنے کے لئے بے چین ہوتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم و من یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا و ھم یعلمون (آل عمران، ۱۳۵)

اور اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا وہ اپنے اوپر کبھی زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انہیں خدا یاد آجاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور خدا کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کئے پر ہرگز اصرار نہیں کرتے۔

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطن تذکروا فاذا ھم مبصرون (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ روشن کیا ہے۔

قرآن پاک میں خدا نے اپنے پیارے بندوں کی یہ امتیازی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ سحر کے اوقات میں خدا کے حضور گڑگڑاتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار کرتے ہیں اور مومنوں کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرتے رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ خدا ان کے گناہوں پر عفو و درگزر کا پردہ ڈال دے گا۔ اس لئے کہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا ہے۔ اور اپنے بندوں سے بڑا ہی محبت کرنے والا ہے۔

عصر حاضر کے دیگر فسادات ایمانی میں سب سے زیادہ قابل افسوس بات مسلمانوں میں خوف الٰہی کی عدم موجودگی ہے یہ حقیقت ہے کہ ہم لوگ خوف الٰہی کے تصور اور خشیت کی کیفیت سے قطعاً عاری ہو چکے ہیں۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر گناہ و معصیت سے کلیتاً معصوم پیدا فرمایا۔ ان کی حیات مقدسہ میں خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب اذان کا وقت ہوتا اور نماز کا وقت قریب آنے لگتا تو حضورؐ کے چہرہ پاک کا رنگ متغیر ہونے لگتا۔ آپؐ پر خشیت کا عالم طاری ہو جاتا اور جب نماز کی حالت میں داخل ہوتے تو اس وقت تک ان کی یہ کیفیت ہو جاتی کہ جیسے آپ کا دنیا میں کسی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہم میں سے کسی کو جانتے ہیں۔

حضورؐ جب رات کو اٹھتے تو اللہ کی یاد میں اس قدر روتے کہ اکثر ہچکی بندھ جاتی۔ صحیح بخاری میں ایک صحابی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ کی زیارت کے لئے بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا تو حضورؐ نماز میں مصروف تھے اور اس قدر آہ وزاری کر رہے تھے کہ آپؐ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کے وقت اس سے آواز آتی ہے۔ حضورؐ کی سیرت طیبہ کا یہی رنگ صحابہ کرام کی زندگیوں

پر بھی غالب تھا۔ چنانچہ ہم فیض یافتگان صحبت نبویؐ میں سے جسے بھی دیکھیں وہ خوف الٰہی کا ایک پیکر نظر آتا ہے۔ خوف الٰہی کی یہی کیفیات ہمیں انبیاء میں نظر آتی ہیں۔ آقائے دو جہاںؐ نے ارشاد فرمایا لوگو خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ مجھے دیکھو میں دن میں سو سو بار توبہ کرتا ہوں۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وهو الذی یقبل التوبة عن عباده و یعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون (الشوری ۲۵)

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ دراصل انسان کو یہ یقین کرنا چاہیئے کہ فوز و فلاح کا ایک ہی راستہ ہے اس راستے سے جو دھتکارا گیا پھر وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہو گیا۔ مومنانہ طرز فکر یہی ہے کہ بندے سے خواہ کیسے بھی گناہ ہو جائیں اس کا کام یہی ہے کہ وہ خدا کے حضور گڑگڑائے اور اپنی بداعمالیوں پر ندامت کے آنسو بہائے۔ بندے کے لئے خدا کے سوا اور کوئی راستہ نہیں جہاں اسے معافی مل سکے

توبہ کرنے میں تاخیر نہ کیجئے زندگی کا حال کسی کو معلوم نہیں کب مہلت عمل ختم ہو جائے کچھ خبر نہیں کہ اگلا لمحہ زندگی کا لمحہ ہے یا موت کا۔ ہر وقت انجام کا دھیان رکھیں اور توبہ و استغفار کے ذریعے قلب و روح اور ذہن و زبان کو گناہوں سے دھوتے رہیئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

خدا رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں خدا کی طرف پلٹ آئے اور دن میں وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے کوئی گناہ کیا ہو تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹ آئے اور گناہوں کی معافی مانگے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (مسلم شریف)

خدا کے ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو ڈھانپنا چاہتا ہے اگر بندے نے کسی وقت جذبے سے مغلوب ہو کر کوئی گناہ کیا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے رحیم و غفور خدا کی طرف دوڑے اور ذرا تاخیر نہ کرے کہ گناہ سے گناہ پیدا ہوتا ہے

اور شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہوا ہے اور وہ اس کو گمراہ کرنے کی فکر سے کسی وقت بھی بے فکر نہیں ہے۔

خدا کو سب سے زیادہ خوشی جس چیز سے ہوتی ہے وہ بندے کی توبہ ہے توبہ کے معنی ہیں پلٹنا، رجوع کرنا، بندہ جب فکر و جذبات کی گمراہی میں مبتلا ہو کر گناہوں کے دلدل میں پھنس جاتا ہے تو وہ خدا سے بچھڑ جاتا ہے اور جب وہ پھر پلٹتا ہے اور شرمسار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یوں سمجھئے کہ گویا خدا کو اپنا گمشدہ بندہ پھر مل گیا۔

نہایت سچے دل اور خلوص کے ساتھ توبہ کیجئے جو آپ کی زندگی کی کایا پلٹ دے اور توبہ کے بعد آپ ایک دوسرے ہی انسان نظر آئیں ایسی توبہ کیجئے کہ پھر قلب و ذہن کے کسی گوشے میں بھی گناہ کی طرف پلٹنے کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے۔

## بقیہ میر شمس الدین عراقی

۴۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑایا مرزا حیدر اور دوسرے حکمرانوں نے لیکن نام نہاد اہل تحقیق نے اس کا ذمہ دار میر شمس الدین عراقی کو ٹھہرایا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

## بقیہ حقیقت عشق

کہ خدا موجود ہے اور چونکہ آپ ان سے محبت رکھتے ہیں اس لئے ان کی بات پر اعتبار کرتے ہوئے آپ بھی خدا کی موجودگی کا یقین کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

## بقیہ حیات کا ماحول

نہ ڈالے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة یعنی اپنے ہاتھ ہلاکت اور بربادی کی طرف مت بڑھاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ دور جدید کے تمام مسائل اور مصائب کا حل دین فطرت اسلام کی ابدی تعلیمات کو اپنانے میں ہے۔ اللہ پاک دور حاضر کے تمام انسانوں کو اس دین کے سنہرے اصولوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

# شیخ ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

غلام حسن نور بخش ایم۔اے

نام عبد القاہر لقب ضیاء الدین و نجیب الدین کنیت ابو نجیب اور وطن کی نسبت سے سہروردی تھے۔ آپ ایران کے سہرورد نامی شہر میں صفر ۴۹۰ھ کو پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے سہرورد ہی میں علوم و فنون حاصل کئے پھر آپ بغداد گئے اور وہاں جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں آپ نے امام اسعد المہینی سے علم فقہ، ابو علی محمد بن سعید بنبہانی متوفی ۵۱۱ھ ابو محمد عبد الخلق بن طاہر متوفی ۵۲۹ھ، امام قشیری اور امام بیہقی سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کے علاوہ اصفہان کے مشہور عالم بو علی الحداد سے بھی علمی فیض حاصل کیا۔ ان کے بعد حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کے بھائی امام ربانی احمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۲۰ھ کی روحانی صحبت اختیار کی، اور ان سے تصوف کے اسرار و رموز سیکھے۔

شہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۹۷۱ مقدمہ عوارف ص ۴

امام غزالی کی وفات کے بعد آپ ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے اور طالبان حق کی رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے۔ ۱۷ جمادی الآخر ۵۶۳ھ بمطابق ۱۱۶۸ء کو بغداد میں خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنی قائم کردہ خانقاہ کے اندر مدفون ہوئے۔

## کلمۃ الثناء

حضرت ابو نجیب سہروردیؒ بہت بڑے ولی اللہ، عارف حق اور مرشد حقانی تھے۔ مختلف لوگوں نے آپ کی تعریف و توصیف کی ہے۔ جن میں سے بعض بیانات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

### میر سید محمد نور بخش

وکان اوحد الاولیاء فی زمانہ بالاحوال و المقامات من المکاشفات و المشاہدات و تجلیات الذات و الصفات و مشرب الحقائق و معرفۃ الدقائق فی الطریق و ادبہا۔

سلسلۃ الاولیاء ص ۳۸

آپ اپنے زمانے میں احوال و مقامات، مکاشفات مشاہدات اور تجلیات ذات و صفات میں کامل ولی اللہ تھے۔ مشرب حقائق اور معرفت دقائق طریقت میں کامل تھے۔

ایضاً

دگر بو نجیب است از سہرورد
کہ اتباع اوئید اقطاب و فرد

دوسرے ابو نجیب سہروردی ہیں اقطاب اور افراد ان کی پیروی و اتباع کرتے ہیں۔

صحیفۂ اولیاء ص ۴۳

### حاجی جان محمد قدسی

نسبت او بہ بو نجیب آمد
آنکہ درکار دین لبیب آمد

تحفۃ الاحباب ص ۳۹۴

### مولانا جامی

آپ علوم ظاہر و باطن میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔

نفحات الانس ص ۴۱۷

### سید قاسم محمود

آپ چھٹی صدی کے ایک صوفی بزرگ ہیں۔ آپ علوم ظاہری حاصل کر لینے کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

شہکار انسائیکلوپیڈیا ص ۹۷۱

شمس الحسن بریلوی

شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی چھٹی ہجری کے مشہور صوفیائے کرام سے تھے۔آپ نے مدرسہ نظامیہ میں علوم دینی کی تحصیل کی پھر اسی میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیئے۔

مقدمہ عوارف المعارف ۳۳۱

سید محمد نور بخش

آپ ایک عرصہ تک نظامیہ کے استاد رہے۔بعد میں رئیس نظامیہ کے عہدے پر فائز ہوئے۔اصول تصوف آپ نے احمد غزالی سے حاصل کیا۔آداب المریدین آپ کی یادگار ہے۔

سلسلہ ہائے صوفیہ ایران ص ۱۲۸

ڈاکٹر جواد نور بخش

آپ جامعہ نظامیہ کے فقہا اور اساتذہ میں سے تھے۔جب احمد غزالی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سب کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے اور پانی پلانے پر گزارہ کرتے تھے۔

مقدمہ سوانح العشاق ص ۸

رشید احمد ارشد

آپ نے احادیث نبوی کے ذریعے تصوف کے اصول اور
آپ بیک وقت جلیل القدر محدث اور
اسرار و رموز کو ثابت کیا

مرشد اعلیٰ تھے۔

مقدمہ عوارف المعارف ص ۲

## تعلیم و تربیت

آپ چونکہ ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے اس لئے ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہی حاصل کی۔پھر مزید تعلیم کے لئے اس زمانے کے عظیم اسلامی سلطنت کے دارالحکومت بغداد چلے گئے،جہاں دنیا بھر کے ماہرین علوم و فنون کا جمگھٹا ہر وقت موجود رہتا تھا۔وہیں آپ نے اس وقت کی شہرہ آفاق یونیورسٹی جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا اور وہیں آپ کا شیخ احمد غزالی سے رابطہ ہوا جو جامعہ کے استاد اور شیخ الجامعہ تھے۔شیخ سے آپ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ معنوی تربیت بھی حاصل کرنے لگے۔

## نظامیہ بغداد میں

نظامیہ سلجوقی سلاطین کے عہد میں اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے وسیع تعلیمی مراکز کا سلسلہ تھا،جسے نظام الملک طوسی نے پہلے بغداد میں قائم کیا تھا،پھر اس کی شاخیں مختلف اہم شہروں نیشاپور،بغداد،طوس،شیراز،اصفہان میں بھی قائم کی گئی تھیں۔یہ اس زمانے میں دنیا کا سب سے اعلیٰ تعلیمی ادارہ سمجھا جاتا تھا اور یہاں کے اساتذہ کو امراء و فضلاء کے علاوہ عوام الناس میں بھی بڑی عزت و تکریم حاصل تھی۔ایسے غیر معمولی معیار کے ادارے میں داخلہ لینا فخر کی بات سمجھی جاتی تھی اور وہاں استاد مقرر ہونا تو ہر پڑھے لکھے شخص کی آرزو تھی۔سلسلۃ الذہب کے مشائخ طریقت میں سے شیخ احمد غزالی اور شیخ ابو نجیب سہروردی

کو وہاں نہ صرف پڑھنے کا شرف حاصل تھا بلکہ وہ وہاں عرصہ دراز تک بحیثیت استاد علمی خدمات سرانجام دینے کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔چنانچہ پروفیسر رشید احمد ارشد لکھتے ہیں۔

آپ عرصہ دراز تک بغداد کے مشہور مدرسہ نظامیہ کی مسند درس و وعظ پر فائز رہے جو اس زمانے میں علمی دنیا کا سب سے بڑا منصب سمجھا جاتا تھا۔آپ نے احادیث نبوی کے ذریعے تصوف کے اصول اور اس کے اسرار و رموز کو ثابت کیا کیونکہ آپ بیک وقت جلیل القدر محدث اور مرشد اعلیٰ بھی تھے۔یہی وجہ ہے کہ ہمیں آپ کے تلامذہ کی صف میں محدث خراسان ابو سعید عبدالکریم بن محمد السمعانی المتوفی ۵۶۳ھ۔مولف انساب سمعانی اور محدث شام ابو القاسم علی بن حسن بن شاکر المتوفی ۵۷۱ھ مصنف تاریخ دمشق کے اسمائے گرامی نظر آتے ہیں۔

(مقدمہ عوارف المعارف ص ۲)

## خانقاہ سہروردیہ بغداد

سلسلہ ذہب کے بزرگوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سالکوں کی تربیت کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفہ کی درسگاہ قائم کی تھی۔ اسی کی تقلید کرتے ہوئے بزرگوں نے اپنے علاقوں میں ایسے زاویے اور خانقاہیں قائم کیں جہاں خلق خدا کی رہنمائی اور تربیت کے لئے خصوصی انتظامات کئے جاتے، جہاں مس خام کو کندن بنایا جاتا ان سے تربیت پانے والے دنیا جہاں میں رشد وہدایت اور نور و ضیاء پھیلانے میں مصروف ہوتے تھے۔ حضرت ابو نجیب سہروردی کی خانقاہ کے بارے میں پروفیسر رشید احمد ارشد لکھتے ہیں۔

علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بعد آپ نے طالبان حق کی رشد وہدایت کے لئے بغداد کے مغربی حصے میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کروائی تھی جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے عقیدت مند آکر آپ کے روحانی فیض سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ اکثر وعظ وتلقین فرماتے رہتے تھے۔ آپ بغداد کے مشہور واعظ تھے اور آپ کا حلقہ وعظ بہت وسیع تھا، کیونکہ عوام نہایت ذوق وشوق سے وعظ سنتے تھے اور اس سے متاثر ہوتے تھے۔

مقدمہ عوارف المعارف ص ۴

آپ کی خانقاہ میں دور دور سے تشنگان علوم طریقت جمع ہوتے تھے۔ آپ انہیں بہترین طریقے سے تربیت دیتے تھے۔

انہی مریدوں کی تربیت کے لئے آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں سے آداب المریدین ایسی کتاب ہے جو زمانہ تصنیف سے اب تک صوفیائے کرام کا دستور العمل بنا ہوا ہے۔

## روزمرہ زندگی

### لباس

آپ کسی مخصوص لباس کے پابند نہ تھے، بلکہ بلا مقصد و ارادہ جو لباس مل جاتا پہن لیتے تھے۔ دس دینار کا عمامہ بھی پہن لیتے تھے اور ایک وانق کا عمامہ بھی پہنتے تھے۔

عوارف المعارف ص ۳۹۳

## نظر کیمیا کی جستجو

شیخ کا دستور تھا کہ وہ منیٰ کی مسجد خیف میں چکر لگاتے رہتے اور لوگوں کے چہروں کو غور سے دیکھا کرتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی شخص کی طرف نظر بھر کر دیکھ بھی تو وہ سعادت سے مالامال ہو جاتے ہیں پس میں ایسی ہی نظر کی تلاش میں پھر رہا ہوں

عوارف المعارف ص ۲۹۴

## احترام آدمیت

دین اسلام آدم اور آدمیت کے احترام اور وقار کی تعلیم دیتا ہے۔ کسی آدمی کو حقارت وذلت کی نگاہ سے دیکھنے اور کسی کو ذلیل ورسوا کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ خلق خدا صوفیا کی نظر میں عیال اللہ ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ان کی دلجوئی، مدد اور عزت واحترام کا حامی ہے شفقت علی خلق اللہ صوفیائے کرام کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی انسانیت پر شفقت، ہمدردی اور احترام میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

شیخ کے بھتیجے اور مرید شہاب الدین سہروردی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے شیخ ابو نجیب سہروردی کے ساتھ شام کے سفر میں تھا۔ کچھ دنیاداروں نے فرنگی قیدیوں کو جو صلیبی جنگ میں قید ہوئے بیڑیوں میں جکڑ کر اور ان کے سروں پر کھانا رکھوا کر ہمارے پاس بھیجا۔ جب دستر خوان بچھایا گیا تو قیدی برتنوں کے خالی ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت شیخ محترم نے خادم کو حکم دیا کہ قیدیوں کو لایا جائے، تاکہ وہ درویشوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھیں۔ چنانچہ جب انہیں لا کر ایک صف میں دستر خوان پر بٹھا دیا گیا تو ہمارے شیخ اپنے سجادہ سے اٹھ کر ان کے ایک فرد کی طرح ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس وقت ہمیں ان کے چہرے پر باطنی خلوص، تواضع، عاجزی اور انکساری کی جھلک نظر آئی جن سے ان کے ایمان اور وسیع علم وعمل کا پتہ چلتا ہے۔

عوارف المعارف ص ۲۹۶

(جاری ہے)

(گزشتہ سے پیوستہ)

# فضائل اہل بیت

شکور علی انور فاضل عربی، بی۔اے، بی۔ایڈ

## آیہ تطہیر

آگاہ رہے قرآن واہل بیت کا موضوع چل رہا ہے۔ قرآن کریم میں آیت مودت کا اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گہرا تعلق ہے۔ اسی طرح آیت تطہیر بھی اہل بیت رسالت ہی کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ اکثر علماء تفاسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیہ تطہیر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان میں نازل کی گئی ہے۔ میرے نزدیک علماء تفاسیر سے مراد وہ علماء کرام ہیں جو معتدل راہ پر گامزن ہیں اور قرآن واہل بیت کو بعد المشرقین میں نہیں رکھتے۔ قرآن وسنت میں خلیج پیدا کر کے اہل بیت اطہار کو قرآن سے یا قرآن کریم کو اہل بیت اطہار سے جدا نہیں رکھتے اور حق کی بات کرتے ہوئے کسی لومۃ لائم کی پروا بھی نہیں کرتے۔ سلوک و فقر کی راہ اختیار کرنے والے قرآن واہل بیت کے درمیان خلیج پیدا کرنے کی بجائے عشق عترت طاہرہ سے حظ وافر سمیٹ کر دین و دنیا میں سرخروئی کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ میرے اس مضمون میں زیادہ تر محولات علماء عرفان کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ علماء اہل ظاہر کی کتب سے میں نے بہت کم انبساط کیا ہے کیونکہ اہل بیت کی محبت میں وہ کچھ زیادہ غلو کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ انداز ہماری روش یعنی راہ اعتدال سے کم مطابقت رکھتی ہے۔ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ معاذ اللہ اہل بیت کی محبت میں صحابہ رسولؐ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے۔

بہر حال آیت تطہیر صرف اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس بات سے حضرت علامہ ابن حجر شافعی مکی بھی متفق ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ آیت تطہیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی شان و فضیلت میں نازل کی گئی ہے۔ (صواعق محرقہ) (کوکب دری باب دوم ص ۱۹۵)

## آیت تطہیر کی شان نزول اور حدیث کسا

سلیمہ ربیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آیت تطہیر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس یا اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ جناب ام سلمہؓ کے گھر نازل ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو طلب فرمایا اور ان حضرات کو چادر اوڑھا دی۔ علیؑ رسولؐ کے پیچھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر اوڑھا کر فرمایا اللھم ھذا اھل بیتی۔ اے میرے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور رکھ اور ان کو پاک و پاکیزہ بنا۔ جناب ام سلیمہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ میں ان حضرات کے ساتھ شامل ہو جاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی جگہ ٹھہری رہو اور تم بھلائی پر قائم رہو۔ (صواعق محرقہ) تفہیم القرآن ج ۴ ص ۹۳) (ینابیع المودت باب ۳۳ ص ۱۷۲)

صحیح مسلم میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری صبح کو باہر تشریف لے گئے آپ سیاہ بالوں (اون) کی چادر (کالی کملی) اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت امام حسنؑ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو، حضرت امام حسینؑ تشریف لائے، آپؐ نے ان کو، حضرت فاطمہؑ تشریف لائیں، آپؐ نے ان کو، پھر حضرت علیؑ تشریف لائے، پھر ان کو چادر کے اندر داخل فرمایا (پھر فرمایا) انما یرید اللہ الخ (کتاب صحیح مسلم کتاب التفاسیر)

حافظ جمال الدین زرندی حافظ بن مردودیہ سے روایت کرتے ہیں اور آپ جناب ام سلیمہ رضی اللہ عنھا سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل، جیسا کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہے، ان حضرات کے ساتھ چادر کے اندر تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ شعر اس بات پر دال ہے۔

نحن جبرائیل غدا سادسنا
ولنا الکعبۃ شعر الحرمین

ترجمہ۔ جبرائیل ہمارا چھٹا (ساتھی) تھا اور حرمین کے بھی ہم مالک تھے۔

## صوفیہ کا مسلک

اہل صوفیہ کے نزدیک اہل بیت کرام خدا اور بندگان خدا کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ خدا کی زمین میں خدا کی حجت ہیں۔ وہ دین و دنیا میں وسیلہ نجات ہیں اور وہ علماء ربانیین ہیں۔ اس لئے اصفیاء ہمیشہ شبانہ روز کی دعاؤں اور پنجگانہ نمازوں کے بعد ان کا وسیلہ پکڑ کر دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ یہ دعا دعائے توسل کے نام سے معروف ہے۔ یہ دعائے استجاب آمیز جو ہر صوفی کی زبان پر جاری رہتی ہے یوں ہے۔

الٰہی بحرمۃ خمسۃ التی ھو محمد و علی و فاطمۃ والحسن و الحسین و سادسھم جبرائیل علیھم السلام ان تحفظنا من کل آفات الدنیا و عذاب الآخرۃ برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (دعوات صوفیہ)

اے میرے معبود ان پانچ مقدس ہستیوں کے واسطے جو کہ محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین اور ان کا چھٹا جبرائیل علیہم السلام ہیں، مجھے تمام آفات دنیوی اور عذاب اخروی سے محفوظ فرما۔ تیری رحمت کا واسطہ، اے رحم کرنے والوں میں (سب سے) زیادہ رحم کرنے والے۔

## لفظ آل کی تحقیق

آل عبا سے مراد خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جن کے متعلق ہم نے چند روایات کو سلک تحریر میں شامل کیا ہے۔ ان کے علاوہ ان ذوات مقدسہ کی شان میں استعمال ہونے والی چار اصطلاحات ہیں۔

۱۔ اولاد رسول ۲۔ اہل بیت ۳۔ عترت ۴۔ ذوالقربیٰ

اولاد ولد کی جمع ہے۔ اس کے معنی بال بچے اور نسل کے ہیں۔ جیسے عرب استعمال کرتے ہیں اولاد ذکور اور اولاد اناث۔ جب اس کی نسبت کسی شخص متعین کی طرف کی جاتی ہے تو اسی کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اولادنا اکبادنا ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں اور اسی میں اسباط بھی شامل ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے ان ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط تفسیر حسینی نے والاسباط کے معنی پیغمبر زادے لکھے ہیں۔ (تفسیر قادری)

اسی طرح اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ تمام نسل سادات مراد ہے جو صلبی طور پر فاطمی، علوی، ہاشمی اور قریشی ہوں اور یہ نسبت صلبی کہلاتی ہے اور پشت در پشت ہونے والی اولادیں جنہیں صلبی تعلق کا شرف حاصل ہے یعنی وہ اولاد جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتی ہے۔ ان میں پوتے، پڑپوتے سب شامل ہیں۔ چنانچہ حسنین ماجدین سبطین کہلاتے ہیں۔

## آل اور اہل میں فرق

آل کا لفظ خاص قرابت داروں کے لئے استعمال ہوا ہے آل سے گھر کے لوگ مراد لئے جاتے ہیں لیکن بعض دفعہ دور کے رشتہ دار بھی مراد لئے جاتے ہیں۔ بعض لغت میں دونوں لفظ ایک ہی معنی میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عرب کہتے ہیں۔ اھل الرجل آلہ یعنی آدمی کا اہل اس کا آل ہوتا ہے۔ اس سے مراد اس کے اشیاع و اتباع لئے جاتے ہیں۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے آل اور اہل دونوں اہل بیت کے معنی میں مستعمل ہیں۔ بعض دفعہ پوری امت مراد لی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وامر اھلک بالصلوٰۃ آپ اپنی امت کو نماز کی تلقین کیا کریں۔ (مجمع البحرین کتاب لام ص ۴۷۸) گھر میں رہنے والے بھی اہل ہی ہیں، جیسے اہل بیت گھر والے۔ اس کے متعلق مزید بحث آگے چل کر ہو گی۔

مگر اہل اور آل میں لفظی فرق یہ ہے کہ آل کا لفظ ہمیشہ انسانوں میں کسی علم کی طرف مضاف ہوتا ہے اور اسم نکرہ یا اسم مکان کی طرف اس کی اضافت نہیں ہوتی اور یہ کسی صاحب شرف اور فضیلت ہستی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ مگر اہل کا لفظ ہر ایک کی طرف مضاف ہو جاتا ہے۔ (لسان العرب)

(جاری ہے)

# آپ کے مسائل اور ان کا حل

## (شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارہ کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے

سوال نمبر۱۔ اگر حج کو گئی ہوئی کسی خاتون کو حج کے ایام میں ماہواری کی شکایت ہو جائے تو وہ کیا کرے گی؟

سوال نمبر۲۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کو گئی ہوئی کوئی خاتون ماہواری میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہو گا؟

سوال نمبر۳۔ اگر کوئی حاجی حج بیت اللہ سے فراغت پانے کے بعد روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو نہ جائے تو کیا اس کا حج ہو جائے گا؟

سائل سلیم حسین دلبر لاہور

سوال نمبر۴۔ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام کے لئے کونسی بولی اختیار کی؟

سوال نمبر۵۔ کیا تیمم والا تیمم کر کے مسجد میں جا کر نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

سائل علی حسین طالب علم سرسیکی مقیم سکردو

جواب نمبر۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دوران حج اگر کسی خاتون کو ماہواری کی شکایت ہو جائے تو طواف اور سعی کو مؤخر کرے گی۔ حج کے دیگر احکام دوسرے حجاج کرام کی طرح بجا لائے گی۔ جب وہ پاک ہو جائے تو جو جو طواف اور سعی ماہواری کی وجہ سے اس کے ذمہ باقی ہیں وہ ان کی بجاآوری کرے گی۔ واضح رہے کہ طواف اور سعی صرف پاک حالت میں معتبر ہیں۔ اس وجہ سے ماہواری والی کو یہ دونوں عمل پاک ہونے کے بعد بجالانا شرعاً حکم ہے۔

جواب نمبر۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کو گئی ہوئی کوئی خاتون ماہواری میں مبتلا ہو جائے تو وہ بابرکت درگاہوں کے اندر داخل نہ ہو جائے۔ بلکہ باہر سے زیارت پڑھے۔ اپنی نیک حاجات بابرکت درگاہ والے کے توسل کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش کرے۔ درگاہ کے اندر کا حصہ چونکہ نماز پڑھنے والوں کے لئے مسجد کا روپ دھارا ہوا ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر درگاہوں کے متصل مسجد ہی بنی ہوئی ہوتی ہے لہذا وہ اندر نہ جائے۔ ماہواری کی حالت میں اسے تلاوت قرآن کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآنی آیات کے سوا دیگر دعائیں مانگ سکتی ہے۔ اس کو جو ثواب زیارت ملنے والا ہے وہ تو مل ہی جائے گا۔ زیارت کو جانا مسنون ہے لہذا یہاں پر اس زیارت کی قضا والی بات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

جواب نمبر۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حج سے فراغت پا کر پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہونا ایک عظیم الشان مسنون عمل ہے۔ اگر کوئی حاجی صرف سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حج کے بعد مدینہ کو نہ جائے تو وہ قابل مذمت ضرور ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی حاجی کسی حالت مجبوری کی وجہ سے حج کے بعد مدینہ نہ جا سکے تو کوئی حرج نہیں۔ دونوں صورتوں میں حج تو ہو جائے گا۔ کیونکہ حج کرنا روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ بلکہ زیارت مسنون ہے۔

امید ہے کہ محترم سلیم حسین دلبر صاحب اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہو سکیں گے۔

جواب نمبر۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے والوں کو عام طور پر دو صورتوں سے کام لینا پڑتا ہے۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر)

# انسان کی اہم ترین ذمہ داری

سید علی نور بخش قم - ایران

انسان کی اہم ترین ذمہ داری تربیت ہے - بشریت نے اپنی حیات کی صبح طلوع ہوتے ہی تربیت کی اہمیت کو جان لیا تھا اسی بنا پر جوں جوں اسے اپنی حقیقت کا ادراک ہوا اور جس قدر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا علم ہوا اسی تناسب سے اس نے اپنے ماحول کے مطابق قواعد و اہداف وضع کئے - ہر چند کہ یہ اہداف اور ان کی بنیادیں کبھی درست ہوتی تھیں اور بعض مواقع پر نادرست بھی - ہم انسانی تاریخ میں مختلف مکاتب فکر کے پیدا کردہ ان تغیرات کا بخوبی مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کے نتیجے میں انسانی زندگی کی یکسر کایا پلٹ گئی - نیز تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت پوری طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ انسان ذاتی طور پر شیطانی فطرت لے کر پیدا نہیں ہوا ہے - اگر انسان پیدائشی طور پر شریر اور شرپسند ہوتا تو اس کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں کی جانے والی تمام مساعی لغو اور بے فائدہ ہوتیں اور تمام پیغمبران الٰہی کی کوششیں نقش برآب ثابت ہوتیں - اگر جزیرہ نمائے عرب کے لوگوں کی فطرت میں قتل وغارت اور جرم و جنایت کی صفات شامل ہوتیں تو ممکن نہ تھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں میں اس قدر وسیع اور مختلف پہلوؤں پر محیط انقلاب پیدا کر دیتے اور ان کی شخصیت و ماہیت کو بدل کر دیتے -

یہ درست ہے کہ انسان ابتدا میں مادی قوتوں اور رجحانات سے سروکار رکھتا ہے اور دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد اس کے قویٰ یکے بعد دیگرے ظاہر ہو کر اپنی فعالیت کا آغاز کرتے ہیں - البتہ مادی طاقتوں کے مقابلے میں انسان میں روحانی ترقی کے لئے بکثرت صلاحیتیں اور قوتیں پائی جاتی ہیں اور اس سلسلے میں اس کے وجود میں حد سے زیادہ شوق اور امکانات موجود ہیں - یہ قوتیں اپنے استعمال سے مختلف رنگ اختیار کر سکتی ہیں اور مختلف میدانوں میں کام آتی ہیں - ہر چند یہ مرحلہ انسان کے طبیعی مراحل کے بہت بعد آشکار ہوتا ہے - بلند آرزوؤں میں یہ قوت ہوتی ہے کہ دوسری صلاحیتوں کو اپنے اہداف کے لئے استعمال کریں - لیکن یہ کام موثر خارجی مدد اور توجہ و رہبری کا متقاضی ہے کیونکہ اگر یہ مدد میسر نہ ہو تو خواہشات انحراف و کج روی کا شکار ہو جائیں گی - البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ خارجی مدد کوئی غیر فطری بات نہیں بلکہ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے، جیسے کہ بچے میں پیدائش کے دن سے ہی بات کرنے کی فطری استعداد پائی جاتی ہے - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دوسروں کی رہبری اور تعلیم کے ذریعہ بات کرنا سیکھتا ہے -

قرآن کریم اصول تکامل کی ان الفاظ میں تصویر کشی کرتا ہے

یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ

اے انسان تو اپنے پروردگار کی جانب جانے کی کوشش کر رہا ہے تو ایک دن اس کا سامنا کرے گا - (سورۃ انشقاق)

نیز قرآن حکیم میں یہ بھی ارشاد ہے -

وان الی ربک المنتھی - اور بے شک سب کی آخری منزل پروردگار کی بارگاہ ہے - (سورہ نجم)

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کائنات کی وسعتوں میں لامحدودیت کی جانب پرواز کے لئے پیغمبران الٰہی کے عطا کردہ لائحہ عمل سے (جو کہ جامع تعلیمات کا حامل ایک محکم مکتب ہے) الہام حاصل کرے تاکہ اس کے اندر خدا کی صفات جھلکنے لگیں اور اپنے ہدف مطلوب کمال نجات اور کامیابی سے ہمکنار ہو سکے -

گستاف لوبون لکھتا ہے کہ فلسفہ مسلسل آزمائشوں کے بعد اس نکتہ کو سمجھ چکا ہے کہ ماوراء مادہ تک اس کی رسائی نہیں - لہذا ایسے روحانی معالجوں کے متعین کردہ اصولوں کی پیروی ناگزیر ہے جو انسان کی روحانی خصوصیات سے آگاہ اور اس کے معنوی کمال کے ضامن ہے -

یہ روحانی معالج انبیاء الٰہی اور خداوند عالم کے منتخب بندے ہیں - یہی ہستیاں انسانی روح کی اصلاح کے واسطے ایسے پروگرام پیش کرتی ہیں جو منبع وحی سے حاصل کئے گئے ہیں تاکہ انسان کو اس کے حقیقی کمال تک پہنچا دیں -

(جاری ہے)

# میر شمس الدین عراقی کے بارے میں ایک تاریخی مغالطے کا ازالہ

غلام حسن نور بخش

میر شمس الدین عراقی میر سید محمد نور بخش اور ان نامور مریدوں کے فیض یافتہ بزرگ تھے ۔ وہ کٹر نور بخشی اور کتاب و سنت کے بے حد پابند بے باک و بے خوف شیخ طریقت تھے ۔ آپ میر سید قاسم فیض بخش کی ہدایت پر کشمیر آئے اور وہاں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ۔ شیخ اکرام کے مطابق ان کے دست حق پرست پر ہر روز بیس بیس ہزار غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوتے تھے ۔ (دیکھئے آب کوثر)

میر شمس الدین عراقی شریعت مصطفوی کے بے حد پابند تھے ۔ نہ صرف آپ خود شریعت کی پابندی کرتے بلکہ اپنے مریدوں اور دوسرے لوگوں کو بھی پابند شریعت رکھنے بھرپور کوشش کرتے تھے ۔ اس سلسلے میں انہیں بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ۔ کشمیر سے بلتستان جلاوطنی کی اصل وجہ بھی ان کا یہی جذبہ تھا ۔ وہ غیر مسلموں اور اہل اقتدار سے کسی رو رعایت کے قائل نہیں تھے ۔ اسلامی مملکت کے شہری کی حیثیت سے غیر مسلموں کو جو حقوق حاصل تھے، وہ انہیں کافی سمجھتے تھے ۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حد سے زیادہ غیر مسلم نوازی نے اسلامی حکمرانوں کو کھوکھلا کر دیا تھا ۔ جب بھی انہیں حکومتی عہدے اور غیر معمولی آزادی سے نوازا گیا انہوں نے مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کے خلاف پر پرزے نکالنا شروع کئے ۔ نت نئے فتنے برپا کئے اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ۔ دور اکبری کا دین الہی، اور انگریز دور میں میرزائی اور قاچار دور میں بابی مذاہب ایسی غیر مسلم نوازی کے شاخسانے ہیں ۔ کشمیر میں سلطان زین العابدین نے ہندوؤں کو حد سے زیادہ اہمیت دی جس کا بھیانک نتیجہ یہ نکلا یہ میر سید علی ہمدانی، میر سید محمد ہمدانی اور سلطان سکندر بت شکن کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہونے والے غیر مسلم پھر سے مرتد ہو گئے ۔ کشمیری پنڈتوں نے مسلمانوں اور اسلام پر کئی قدغن لگائے جس کی وجہ سے کشمیر میں مسلمانوں اور دین اسلام کا مستقبل مخدوش ہو کر رہ گیا تھا ۔ میر شمس الدین عراقی کی کاروائیوں کے نتیجے میں دوبارہ اسلام کا بول بالا ہوا اور دین اسلام کو رونق ہوئی ۔

۳ رمضان ۹۳۲ میں میر شمس الدین عراقی کا انتقال ہوا تو کشمیری پنڈتوں کو پھر کھل کھیلنے کا موقع ملا ۔ انہوں نے مسلمانوں کو لڑانے کے کئی منصوبے بنائے ۔ چونکہ عراقی اور ان کے پیروکاروں کے ہاتھوں انہیں انہیں سخت زک پہنچا تھا چنانچہ انہوں نے مرزا حیدر کاشغری کو ورغلا کر پورا پورا بدلہ لیا اور جب بھی موقع ملا مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر کمزور کرتے رہے ۔

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ اسلام کو بیرونی دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا اندرونی اختلافات سے پہنچا انما المؤمنون اخوۃ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، کی تلاوت کرنے والے اپنے بھائی کا ہی گلا کاٹنے میں معروف ہو گئے جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان جیسی جنگیں قرون اولیٰ ہی میں اس مہلک رجحان کی مثالیں ہیں ۔ یوں مسلمانوں کی بدقسمتی اور نکبت و فلاکت کا دور جب آتا ہے تو یہی ہوتا ہے کہ وہ آپس کی سر پھٹول میں معروف ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کا خون بہا کر حق جہاد ادا کرتے ہیں ۔ آج بھی عالم اسلام میں جو ہولناک جنگیں ہو رہی ہیں وہ ہمارے آنے والے زمانے کی بدبختی کی کڑیاں ہی تو ہیں ۔

کشمیر جو اب تک غلامی کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے، کی بدبختی کا آغاز ہوا تو یہاں بھی مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار کے بادل چھانے لگے ۔ لیکن ان واقعات کا آغاز میر شمس الدین عراقی کی وفات کے سو سال بعد ہوا ان مناقشات سے شیخ شمس الدین کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اس ضمن میں میر شمس الدین عراقی کو مورد الزام ٹھہرانا تاریخ سے نابلد ہونے کے نتیجے

کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میر شمس الدین نے کشمیر اور بلتستان میں نوربخشیہ کی تبلیغ کی ہے جو اتحاد بین المسلمین کی عظیم الشان تحریک ہے اور نوربخشی اہل اسلام کے درمیان سب سے زیادہ امن پسند قوم ہے۔ لیکن عراقی کی وفات کے بعد جب مرزا حیدر دوغلت کشمیر کا گورنر بنا تو وہ ایک متعصب اور تنگ نظر شخص تھا۔ اس کے ہاتھوں کشمیر کے نوربخشیوں پر ایک قیامت ٹوٹی۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے سوانح شمس العراق کے متعلقہ باب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز اس بارے میں مستند مصنفین کی نگارشات ملاحظہ ہوں۔

پروفیسر محب الحسن ندوی لکھتے ہیں "مرزا حیدر دوغلت کے زمانہ میں نوربخشیوں کو بڑی مصیبت اٹھانا پڑی مرزا کا خیال تھا کہ مذہبی یکسانیت سے ملک میں امن وامان قائم ہوگا۔ اس لئے وہ نوربخشیوں پر ظلم وتشدد کرتا تھا۔"

ڈاکٹر صابر آفاقی جو عراقی کا مخالف ہے اور ان کے بارے میں کسی رو رعایت کا قائل نہیں جبکہ دوغلت کا وہ مداح ہے، یوں لکھتے ہیں۔ "اس (مرزا حیدر) کی فاش غلطی یہ ہے کہ اس نے اپنے عوام کو غلط سمجھا وہ شیعوں اور نوربخشیوں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آیا۔"

سید محمود آزاد لکھتے ہیں۔ "۱۹۴۵ء میں حضرت رشی، صوفی داؤد، صاحب خطیب اور دوسرے کئی نوربخشیوں کو پھانسی کے تختہ پر کھڑا کر دیا۔"

قتل وغارت کے یہ واقعات جن کا ذمہ دار مرزا حیدر دوغلت ہے عراقی کی وفات کے بعد ۹۴۸ھ اور ۱۹۵۷ کے درمیان وقوع پذیر ہوئے لیکن اسے تاریخی خیانت کے علاوہ کیا نام دیا جائے کہ جن پر جبر وتشدد اور ظلم وستم ہوا انہیں مجرم بھی گردانا جائے۔

کشمیر میں جن باتوں پر فساد ہوا وہ بہت ہی معمولی نوعیت کی تھیں۔ مثلاً ۱۹۳۵ء میں جو فساد ہوا وہ محض باغ مائی سومہ میں شہتوت کھاتے ہوئے دو آدمیوں کی تو تکار سے شروع ہوا۔ سید محمود آزاد نے اپنی کتاب میں سترہ فسادات کا ذکر کیا ہے جن میں ہزاروں آدمی مارے گئے، ہزاروں بے گھر ہوئے، محلوں کے محلے جل کر خاکستر ہوئے اور ایک دوسرے کے املاک کو خوب نقصان پہنچایا گیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کی مساجد کو بھی نہیں بخشا گیا۔ حتیٰ کہ فریقین نے عقیدت کے باوجود خانقاہ شاہ ہمدان کو بھی دو دفعہ نذر آتش کر دیا۔ بقول صابر آفاقی۔

"انہیں جب بھی موقع ملتا آپس میں لڑ پڑتے ۱۸۷۲ء میں کشمیر کا دوسرا ڈوگرہ حکمران مہاراجہ رنبیر سنگھ ان میں مؤثر صلح صفائی کرانے میں کامیاب ہوا۔"

ہمارے خیال میں یہی فسادات کشمیر کے مسلمانوں کی بدبختی کا پیغام تھے۔ وہ آپس میں لڑتے رہے اور آخرکار لڑتے لڑتے ڈوگروں کی غلامی میں چلے گئے۔ اگر مہاراجہ رنبیر ان میں صلح نہ کراتا تو وہ شاید اب بھی آپس میں لڑ رہے ہوتے۔

کشمیر میں اسلام کے دو بڑے فرقوں کے درمیان ہونے والے سترہ بڑے فسادات کی تفصیل سید محمد فوق اور سید محمود آزاد نے اپنی اپنی کتابوں میں دی جن میں سے اکثر کا ذکر ڈاکٹر صابر آفاقی نے بھی اپنی کتاب تاریخ کشمیر مسلم عہد میں، کے صفحات میں بھی کیا ہے۔ یہاں ہم طوالت کے خوف سے ان دلچسپ تفصیلات سے قطع نظر کر رہے ہیں۔ لیکن خلاصہ کلام یہ ہے کہ کچھ تاریخ نویسوں کا کشمیر میں بپا ہونے والے ان فرقہ ورانہ فسادات کا میر شمس الدین عراقی کو ذمہ دار ٹھہرانا صریح ناانصافی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ۔

۱۔ میر شمس الدین عراقیؒ نے کشمیر کے ہندوؤں اور سلطان زین العابدین کے عہد میں مرتد ہونے والوں پر سختی کی اور انہیں شریعت محمدیؐ کے خلاف کسی قسم کی سازش کرنے سے روکا۔

۲۔ عراقی کی وفات کے ایک عرصہ بعد کشمیر پر مرزا حیدر دوغلت مسلط ہوا تو اس نے نوربخشیوں پر بہت زیادہ ظلم کیا۔ نہ صرف نوربخشی کتب اور خانقاہوں کو جلا ڈالا بلکہ ہزاروں کو محض نوربخشی ہونے کی پاداش میں قتل کر دیا۔ کیونکہ یہ مرزا کا یک طرفہ فعل تھا اس لئے ہم اسے فساد قرار نہیں دے سکتے۔

۳۔ ۱۵۶۵ء کے بعد اسلام کے دو بڑے فرقوں کے درمیان فسادات کا سلسلہ شروع ہوا جو تادیر جاری رہا۔ تاآنکہ ایک غیر مسلم راجہ نے ان میں صلح کرائی اور پھر دونوں آپس میں شیر وشکر ہو کر ڈوگروں کی غلامی میں پرامن طریقے سے رہنے لگے اور غلامی کی لعنت سے چھٹکارا پانے کے لئے آج مجاہدین کشمیر خوش قسمتی سے آپس میں متحد ہو کر سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔

باقی صفحہ نمبر ۱۴

# سلام کے آداب

شاہد حسین

اسلام امن، سلامتی، محبت اور بھائی چارے کا دین ہے جس کی تعلیمات میں سلامتی کا پیغام ہے۔

مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب کسی سے ملیں تو "السلام علیکم" کہیں جس کے معنی ہیں کہ "تم پر سلامتی ہو" اور دوسرا شخص اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہے جس کا مطلب ہے کہ "تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تم پر اپنی رحمت و برکت نازل فرمائے"۔

ان دو مختصر کلمات پر غور کریں تو ہمیں بھائی چارے محبت اور امن و سلامتی کا وسیع پیغام ملتا ہے کیونکہ جہاں ایک مسلمان دوسرے سے کہتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو اللہ تمہیں اپنے امان میں رکھے وہاں اس کا دوسرا مسلمان بھائی بھی اس کو سلامتی اور رحمت کی دعا دیتا ہے۔

"نمستے، ہیلو، ہائے" جیسے دوسرے مذاہب کے کلمات کی نسبت "السلام علیکم اور وعلیکم السلام" لاکھ درجے بہتر کلمات ہیں۔ کسی کو سلام کرنا سنت ہے اور اس سلام کا جواب دینا جواب دینے والے پر جواب ہو جاتا ہے۔ چھوٹا بڑے کو، راہ چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو، سوار پیدل کو، باہر سے آنے والے اندر بیٹھے ہوؤں کو پہلے سلام کرے گا۔ اگر باہر سے چند لوگ کسی گھر میں داخل ہوں تو صرف ایک ہی شخص ان میں سے اندر والوں کو سلام کرے اور اندر بھی چند لوگ بیٹھے ہوں تو ان میں سے بھی ایک سلام کا جواب دے تو سارے لوگوں کی طرف سے سلام اور جواب کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

اگر کسی مدرسے میں کوئی تعلیم دی جا رہی ہو اور سب درس میں مشغول ہوں تو باہر سے آنے والے کو چاہئے کہ چپ چاپ آکر بیٹھ جائے اس موقع پر سلام کی ضرورت نہیں رہتی۔

اسی طرح جمعے کے خطبے کے دوران باہر سے آنے والے کو چاہئے کہ بغیر سلام کیے اپنی جگہ پر بیٹھ جائے کیونکہ وہ لوگ جو خطبہ سن رہے ہوتے ہیں اس سلام کی وجہ سے ان کی توجہ خطبے سے ہٹ جاتی ہے اور بعض لوگ آنے والے کو دیکھنے کے لئے گردن بھی پیچھے موڑ لیتے ہیں۔ باجماعت نماز کے دوران بھی باہر سے آنے والے کو سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کچھ لوگوں کی عادت ہے کہ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ باجماعت نماز ہو رہی ہے اور کوئی سلام کا جواب نہ دے پائے گا سلام کرتے ہوئے آتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

کچھ لوگ سلام وجواب کے آداب نہیں جانتے، راستے میں کھڑے کھڑے ہاتھ اٹھا کر "سلاما لیکم" کہہ دیتے ہیں اور کچھ السلام علیکم کو ٹھیک طرح سے صحیح مفہوم کے ساتھ نہیں کہتے جس سے اس کا مطلب الٹ ہو جاتا ہے۔ اس وقت ہم کلمہ خیر ادا نہیں کر رہے ہوتے اور جواب دینے والا بھی ہماری سلامتی نہیں چاہ رہا ہوتا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ بولتے اور لکھتے وقت مفہوم صحیح ادا کریں تاکہ اللہ بھی خوش ہو اور بندہ بھی۔ سلام کرنے میں پہل کرنا سنت ہے اور سلام کرنے والے کی خوش خلقی کی نشانی ہے۔

مغرور بن کر کسی کے سلام کا انتظار کرنا یا سلام کرنے والے کو جواب نہ دینا قابل مذمت ہے اور یہ تکبر کی علامت ہے اور خدا تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

## اظہار تعزیت

انجمن فلاح وبہبود گلشن کبیر کراچی یونٹ نے انجمن کے خزانچی محمد ابراہیم کی ناگہانی رحلت پر ایک تعزیتی اجلاس ڈاکٹر محمد علی صاحب کی زیر صدارت منعقد کیا۔ اجلاس میں مرحوم کی انجمن کے لئے خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

پریس سکریٹری

# خانقاہ نور بخشیہ سکردو

## (تاریخ کے آئینے میں)

غلام علی حیدری

مبلغین اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی، میر سید محمد نور بخش اور میر شمس الدین عراقی کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں سکردو کی کل آبادی دین اسلام سے مشرف ہوئی تھی۔ خانقاہ معلیٰ گمبہ سکردو، مسجد تھایور اور مسجد کھر گرونگ اسی سنہرے زمانے کی یادگاریں ہیں۔ بعد میں میر ابو سعید، میر مختار اخیار، میر یحییٰ جیسے بزرگان دین نے دین اسلام کو مزید تقویت پہنچائی۔ ڈوگرہ عہد حکومت سے پہلے شگری پھر گمبہ سکردو کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، جہاں میر مختار اخیار کا بیٹا میر سید ابراہیم خانقاہ معلیٰ گمبہ سکردو کا میر واعظ اور پیر تھا۔ ان کا انتقال ۲جمادی الثانی ۱۱۳۸ھ میں ہوا۔ ان کا مزار اب تک خانقاہ کے شمال میں موجود ہے۔ غالباً ڈوگرہ تسلط کے بعد مقامی جاگیرداروں نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا۔ رفتہ رفتہ ایک وقت ایسا آیا کہ سکردو کی نور بخشی میں نور بخشی بالکل ناپید ہو گئے اور نور بخشی خانقاہیں اور عبادت گاہیں ویران ہو گئیں۔

جنگ آزادی بلتستان کے فوراً بعد نور بخشی پیروکاروں کی ایک کثیر تعداد بسلسلہ ملازمت و کاروبار سکردو منتقل ہونا شروع ہوئی جنہوں نے سکردو میں نور بخشی مسجد کی ضرورت محسوس کی۔ افتخار علی المعروف منشی علی مرحوم وسیع المطالعہ شخص تھے۔ نور بخشیوں کی صحبت اور تقابل ادیان کے مطالعہ کے باعث وہ مسلک صوفیہ نور بخشیہ اختیار کر چکے تھے۔ انہیں نور بخشیوں سے خاص قسم کا مذہبی اور روحانی لگاؤ تھا، یہی وجہ تھی کہ سکردو آنے والے اکثر نور بخشی انہیں کے ہاں قیام کرتے تھے۔ ان کی نور بخشی مسلک سے عقیدت اور تعلق کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۵۰ء میں انہوں نے اپنے مکان کے برآمدے میں جمعہ کی نماز قائم کی۔ جب نمازیوں کی تعداد بڑھتی گئی تو ۱۹۵۴ء میں منشی علی مرحوم نے اپنی رہائش گاہ کے ساتھ ایک قطعہ اراضی تعمیر مسجد کے لئے وقف کر دی اور مستقبل میں یہاں جمعہ و جماعت قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب انہوں نے مسجد کی تعمیر شروع کی تو مقامی لوگوں نے اعتراض کیا جس پر انہوں نے مسجد کی زمین کے ساتھ امام باڑہ کے لئے بھی جگہ دینے کا اعلان کیا اور جگہ کی نشاندہی بھی کر دی۔ یوں انہیں سکردو میں نور بخشیوں کی مسجد قائم کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مسجد کی تعمیر کے ابتدائی مرحلے میں خود منشی علی کے علاوہ ماسٹر مولوی عبدالرحمن تھلے والد محترم مولانا محمد انور نائب امام جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد، اخوند محمد حنیف خپلو، حاجی عبدالکریم شاپ دوکاندار چھوار، حاجی حسن یوبلک کریس، حاجی علی میکنک خپلو، غلام محمد عرف ژروپا چھوار، اخوند عبداللہ سکسہ، حاجی محمد علی سرمک، اخوند محمد دوکاندار چھوار، مولوی مختار احمد فرانو، شکور علی عزیس خپلو، عبدالکریم ہریکون، عبدالرحمن کونیس اور اخوند اسماعیل خپلو کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ابتدا میں اس مسجد میں امامت کے فرائض ماسٹر مولوی عبدالرحمن تھلے انجام دیتے تھے جبکہ خطبہ جمعہ اکثر منشی علی مرحوم دیا کرتے تھے۔ جبکہ موجودہ امام اخوند محمد حسین خپلو کو مورخہ ۱۷-۷-۶۸ سے باقاعدہ امام و خطیب مقرر کر کے اعزازیہ دیا جا رہا ہے۔ ان حضرات کی غیر موجودگی میں اخوند محمد حنیف مرحوم اخوند محمد چھوار اور اخوند اسماعیل خطابت اور امامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

## مسجد کی تعمیر نو و توسیع کے لئے حصول اراضی اور کارکنوں کی خدمات

سکردو میں نور بخشیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر نمازیوں کے لئے مسجد ناکافی تھی، اس لئے مسجد کی توسیع اور تعمیر نو انتہائی ناگزیر ہو گئی تھی۔ بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ مسجد کی

دیواروں میں کچی اینٹوں کی بجائے پتھر استعمال کیا جائے۔ اور مسجد کی حتی الوسع توسیع کی جائے۔ مسجد کے مذکورہ بالا بانیوں اخوند محمد حنیفہ، مولوی عبدالرحمن تھلے، اخوند موسیٰ خپلو، حاجی حسن کریس، اخوند محمد چھوربٹ اور حاجی علی خپلو پر مشتمل ایک وفد نے حصول اراضی کے لئے مسماۃ اپی فاطمہ بی سے ملاقات کر کے ان سے زمین حاصل کی۔ محترمہ نے مسجد کے لئے حسب ضرورت اراضی بغیر کی شرط کے وقف کر دی اور وفد سے درخواست کی کہ عیدین اور دیگر اہم مذہبی تقریبات کے موقع پر ان کے اور ان کے لواحقین کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔ یوں مسجد کی تعمیر نو کا کام ۱۵ مارچ ۱۹۹۰ء کو شروع ہوا۔ جامع مسجد کی تمام عمارتی لکڑی شگر کے نور بخشی عقیدت مندوں نے بطور عطیہ دے دی۔ خصوصاً بیم کی لکڑیاں غلام علی پاخلدے پانے بصد خلوص فراہم کیں۔ شگر سے تنگ ژھوق سکردو تک تمام لکڑی بذریعہ زخ دریائے شگر کے راستے پندہ والوں نے پہنچائی۔ پندہ والے جہاں تیراکی میں اپنی مثال آپ ہیں وہاں مذہبی ہمدردی اور جذبہ ایمانی سے بھی سرشار ہیں۔ تنگ ژھوق کے مخلصین نے ان لکڑیوں کو مسجد کی موجودہ جگہ تک پہنچایا۔ جامع مسجد کی چھت ۷ اگست ۱۹۹۰ء کو ڈالی گئی، جبکہ چار دیواری کا کام ۱۵ ستمبر ۱۹۹۶ء کو مکمل ہوا۔ مسجد کی تعمیر نو سے قبل ہی منشی علی کا ۱۹۵۹ء میں انتقال ہو چکا تھا۔ اس لحاظ سے کچھ اصحاب کا یہ نظریہ کہ مسجد کی توسیع نو کے لئے کوئی اراضی منشی علی مرحوم سے کچھ شرائط کے ساتھ حاصل کی گئی تھی، من گھڑت بات ہے اور تاریخی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ مسجد کی اساس ڈالنے کے سلسلے میں منشی علی مرحوم کی خدمات کا تذکرہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ ان کی خدمات سراسر فی سبیل اللہ تھیں اور دین حقہ سے ان کی بے پناہ محبت کے باعث تھیں اس لئے یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی خدمات کو مشروط طور پر پیش کیا تھا، ان کے خلوص کے شایان شان بات ہرگز نہیں تھی۔ لیکن جہاں تک مسجد کی توسیع کے لئے حصول اراضی کا تعلق ہے منشی علی مرحوم کا اس واقعے سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں کیونکہ وہ تو اس وقت بقید حیات ہی نہ تھے۔

ایک قلمکار نے اس مسجد کی تعمیر نو کے سلسلے میں جملہ نور بخشی کارکنوں کی سعی جمیل کو یک قلم نظر انداز کر کے محض علاقہ کریس کے دو نور بخشی افراد کے کردار کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ ہزاروں نور بخشیوں کے گراں قدر عطیات اور خدمات کو فراموش کر دیا ہے۔ جبکہ اس مسجد کی تعمیر میں بلتستان کی تمام وادیوں سے نور بخشی پیروکاروں نے بھرپور تعاون کیا ہے خصوصاً فوجی جوانوں کی خدمات نمایاں اور قابل تعریف ہیں۔ جن اہم نور بخشی شخصیات نے اس کار خیر میں نمایاں طور پر حصہ لیا ہے ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ ان نیکو کاروں کے نام تاریخ میں محفوظ ہو جائیں اور آنے والی نسلوں کو معلوم ہو کہ اسلاف نے اس بیت اللہ کی تعمیر کے سلسلے میں کیا کیا خون جگر کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

راجہ فتح علی خان خپلو، ماسٹر مولوی عبدالرحمان تھلے، اخوند محمد حنیفہ خپلو، حاجی عبدالکریم چھوار، اخوند اسماعیل خپلو، حاجی علی میکنک خپلو، غلام محمد ژروپا چھوار، ابو شکور علی غریس خپلو، حاجی محمد علی سرمیک، اخوند محمد چھوار، حاجی موسیٰ خپلو، عبدالرزاق خپلو، مستری غلام محمد کورو، عالم ولد حاجی حسن کریس، مستری موتا کورو، فلچو محمد سکھانسر، باقر کریس، حوالدار علی موتوا خپلو، اخوند موسیٰ خپلو، فلچو عبداللہ خپلو، عبدالکریم ڈوغونی، حوالدار غلام حسین خپلو، سپاہی یعقوب، سپاہی قنبر علی چیون، سپاہی محمد اسماعیل چھوار، سپاہی عیسیٰ، محمد بشیر خپلو، فلچو حامد علی خپلو، لانس نائیک محمد جان، حوالدار عبدالکریم تھوتمگوس، حوالدار محمد تھوتمگوس، حاجی غلام محمد سکسہ، صوبیدار عبدالرحیم سکسہ، نائیک روزی علی سکسہ، مستری روزی علی سکسہ، غلام محمد شگری، سپاہی حیدر شگری، سپاہی قنبر حسن آباد، حوالدار مہاما حسن آباد، صوبیدار علی بلغار، عیسیٰ بلغار، لانس نائیک احمد کورو، محمد جان براہ، محمد بشیر براہ، شمشیر تلس، علی حسن آباد، حوالدار ابو الحسن چھوار، حنیفہ سکسہ، صوبیدار علی چولونکھا، غلام عباس کونیس، سپاہی اسماعیل غورسے، سپاہی غلام چھوربٹ، سپاہی محمد علی پرتوک، لانس نائیک حسین تھلے، نائیک حسین شاہ کورو، لانس نائیک ابراہیم پرتوک، سید مصطفیٰ شگر، لانس نائیک ولی سرمو، لانس نائیک محمد حسن مرچھا، شکور علی یوچنگ، علی حسین، پولیس شکور، عبدالرحمان شگر، آتا محمد شگر، فضل شگر، ترکھان اسماعیل، غلام نبی تھانیدار سلینگ، عبدالرحیم ہرکیون، حیدر چھوربٹ، محمد علی سول ایوی ایشن، صوبیدار غلام علی خپلو، صوبیدار محمد علی خپلو، نائب

صوبیدار موسیٰ خان خپلو، فلچو عبدالقدوس، سپاہی عبدالکریم سکسہ، حاجی عبدالرحیم فرانو، عبدالرحمان فرانو، محمد بیاروقیپا فرانو حسین مغزن، مجاور مسجد، اخوند حسن خپلو، سپاہی موسیٰ سرمو، نائیک عبدالعزیز، اخوند عبدالرحیم خپلو، سپاہی محمد خلیل خپلو، عبدالکریم خپلو، محمد کرکپا، سپاہی شکور علی گوند، علی حسین، لانس نائیک ابراہیم براہ، علی محمد فرانو، لانس نائیک جرمن چھوربٹ، اخوند حسین پندہ، یعقوب کریس، لانس نائیک کریم اخوند محمد بشیر، علی پیون، سپاہی محمد علی پیون، اخوند عبدالکریم خپلو ڈینس، منشی حسن چولونکھا، حوالدار عبدالشکور پدوم، سید ممتاز علی خپلو، سید محمد حسین سرمو، فلچو میون خپلو، سپاہی غلام حسین سکسہ، سپاہی بقدور سکسہ، چھوسپ سکسہ، عبدالرحمان براہ علی داد لونکھا وغیرہ۔

ان کے علاوہ سول سروس کے ملازمین اور کاروباری حضرات جنہوں نے دوران تعمیر نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حاجی ثناء اللہ صاحب موجودہ ڈپٹی کمشنر، الحاج صوفی غلام محمد ایڈمنسٹریٹو آفیسر، حاجی رستم علی مجلوی پروجیکٹ مینجر، اور سیر محمد ابراہیم تھلوی، سپرنٹنڈنٹ نور علی بلغاری، حاجی الطاف حسین سپرنٹنڈنٹ، عبدالرزاق گرداور، بابو علی حسن فرانو، ٹھیکیدار محمد ابراہیم سکسہ، بابو محمد بشیر کورو، سید محمد کاظمی سکسہ، محمود کمال دوکاندار، حاجی ابوذر سرسیک۔

یہ طویل فہرست شاید قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث نہ ہو لیکن میں نے ان تمام محسنوں کے نام اس لئے بعد جستجو اکٹھے کئے تاکہ ہم اور ہماری آنے والی نسلیں ان کے احسان کو فراموش نہ کریں۔ ساتھ ہی یہ ثابت کرنا بھی مقصود نہیں ہے کہ کے قومی ادارے صرف ایک فرد واحد سے مستحکم نہیں ہوتے بلکہ ان کی تشکیل اور ترقی میں سیکڑوں مخلص افراد قوم کی شبانہ روز کی خدمات اور مساعی شامل ہوتی ہیں۔ دیگر لفظوں میں ہم بقول حکیم الامت علامہ محمد اقبال یہ کہہ سکتے ہیں

کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

## انجمن سازی کی تاریخ

تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم مختصراً ان معلومات کو پیش کریں گے جو انجمن کے دستیاب ریکارڈ اور بزرگوں کے بیانات کے مطابق اکٹھے کئے ہیں۔ ان شواہد کے مطابق مسجد نوربخشیہ کے انتظام وانصرام کے لئے ۱۵ مارچ ۱۹۶۰ء کو مسجد کمیٹی کے نام سے ایک انجمن تشکیل دی گئی جس کا نام بعد ازاں انجمن جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ سکردو بلتستان رکھا گیا۔ جناب راجہ فتح علی خان کو صدر ماسٹر مولوی عبدالرحمان کو سکریٹری اور حاجی عبدالکریم شاپہ کو خازن مقرر کیا گیا۔

۸ ستمبر ۱۹۶۷ء کو حاجی غلام محمد کھرپا کے گھر مسجد کے کارکنوں کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ انجمن کو انجمن فلاح وبہبود نوربخشی بلتستانیاں رجسٹرڈ کراچی کی شاخ ظاہر کر کے اسے باقاعدہ بنایا جائے۔ اس انجمن کا صدر عبدالرزاق نائب صدر حاجی عبدالحکیم، سیکریٹری حاجی ثناءاللہ، خازن صوفی غلام محمد، مشیر اعلیٰ حاجی عبدالرحمان، اور ممبران چندہ کمیٹی شکور علی، اخوند محمد، سید محمد کاظمی، سید مرتضیٰ شگری اور بابو محمد ابراہیم تھے۔

۳۰ جون ۱۹۷۲ء کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ انجمن کو رجسٹرڈ کیا جائے جس کے نتیجے میں سکردو کے نوربخشیوں کی اپنی انجمن انجمن فلاح وبہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے نام سے ۱۹۷۲ء میں رجسٹرڈ کروائی گئی۔ اس تنظیم کو پوری قوم کا اعتماد حاصل ہے۔

## سائن بورڈ کی تنصیب

مارچ ۱۹۶۸ء تک جامع مسجد پر سائن بورڈ کی تنصیب نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں حاجی محمود کمال نے اپنے اور منشی رستم علی صاحب کے ذاتی خرچ پر ایک سائن بورڈ راولپنڈی سے بنوا کر یکم مئی ۱۹۷۰ء کو نصب کر دیا۔

(جاری ہے)

# دنیائے تصوف کی خبریں

ایم رضا ضیاء ایم۔اے

## ماہنامہ نوائے صوفیہ
### کی دوسری سالگرہ کی تقریب



ماہنامہ نوائے صوفیہ کی دوسری سالگرہ کے موقع پر چیف ایڈیٹر ڈاکٹر غازی محمد نعیم، انجمن محمدیہ کے جنرل سکریٹری حاجی فلچو محمد امین، نائب خطیب مولانا محمد انور، چیف آرگنائزر جی۔ایچ معروفی، مولانا محمد رضا ضیا، ڈاکٹر محمد علی شاہد، غلام مہدی تصوفی، اخوند فدا حسین، محمد اسحاق شاکر ایڈووکیٹ، سجاد حسین بلغاری، سید محمد شاہ الموسوی اور غلام مہدی شاہد خطاب کر رہے ہیں۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں ماہنامہ نوائے صوفیہ کی دوسری سالگرہ کے موقع پر ایک پروقار تقریب ہوئی۔ جس کی صدارت معروف عالم دین علامہ محمد بشیر نے کی۔ جلسہ کا آغاز مولانا محمد انور صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ معروف نعت خوان اور نوائے صوفیہ کے اہم کارکن جناب سید محمد شاہ الموسوی نے شاہ سید محمد نوربخش کا تحریر کردہ حمد باری تعالیٰ مترجمہ ڈاکٹر غازی نعیم اس خوش الحانی سے سنایا کہ سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد مختلف اصحاب کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ ہومیو ڈاکٹر محمد علی شاہد صاحب نے جو نوائے صوفیہ کے مراسلہ جات کے انچارج ہیں قارئین کے خطوط کی روشنی میں نوائے صوفیہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ رسالے میں شاہ سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ پر مزید مضامین شامل ہونے چاہئیں۔ مولانا محمد انور صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس رسالے میں مضامین اور خبروں کو مناسب انداز سے شائع کیا جاتا ہے۔ اس رسالے میں اہل بیت کرام اور آئمہ طاہرین کے بارے میں ابتدا ہی سے مضامین اور منظومات خصوصی اہتمام کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔ تحقیقی نوعیت کے مضامین کی بدولت رسالے کی مقبولیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آزاد کشمیر یونیورسٹی کے جناب سجاد بلغاری نے اپنے خطاب میں کہا کہ

نوائے صوفیہ میں شائع ہونے والے جملہ مضامین اتحاد بین المسلمین اور امن و آشتی کے آئینہ دار ہیں۔ اس رسالے کی بدولت نوجوان نسل کی تخلیقی صلاحیتیں بیدار ہوئی ہیں۔ مشہور سماجی کارکن غلام مہدی شاہد سرکی نے کہا کہ نوائے صوفیہ ہمارے بزرگوں کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ یہ رسالہ لوگوں کو دین اسلام سے قریب ترلانے اور تصوف اسلامی اور تعلیمات اہل بیت کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ سابق طالب علم رہنما اسحاق شاکر نے کہا کہ رسالہ نوائے صوفیہ ملت کے لئے فخر کا باعث بنا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں جملہ مکاتب فکر ذرائع ابلاغ کی وساطت سے اپنے عقائد کے پرچار میں مصروف ہیں جب کہ ہمارے پاس رسالہ نوائے صوفیہ ایک اکیلے چراغ کی مانند اپنی روشنی دنیا کے ہر کونے میں پھیلا رہا ہے۔ معروف سماجی کارکن اور انجمن محمدیہ کے جنرل سکریٹری حاجی فلچو محمد امین صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں اتفاق و اتحاد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہم سب کو مل جل کر اس دین کی آبیاری کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ میری خواہش کے مطابق ڈاکٹر غازی صاحب نے تمام بلتی مستحق اور نادار مریضوں کے لئے فری ڈسپنسری کا آج افتتاح کیا ہے۔ نوربخشیوں کی تعلیم و تربیت اور علاج و معالجے کا بندوبست میرے دو خواب تھے، جن کی تعبیر مل گئی ہے۔

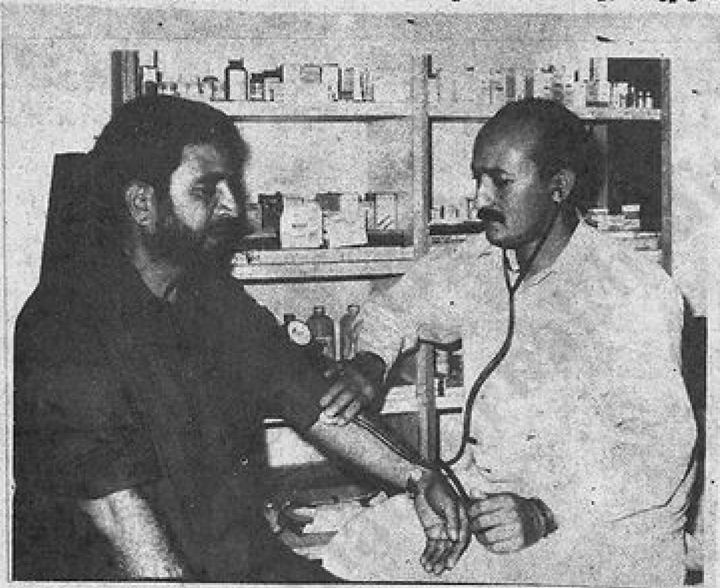
ماہنامہ نوائے صوفیہ کے بانی ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے اس رسالے کے وجود میں آنے کے عوامل کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے مسلک نوربخشیہ کی ترویج اور اتحاد بین المسلمین کے جذبے کے تحت اپنے طالبعلمی کے دوران ۱۹۸۵ء میں اس رسالے کا آغاز کیا تھا۔ ابتدا میں نامساعد حالات کے باعث رسالے کی کتابت بھی اپنے ہاتھ سے کیا کرتا تھا۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے جناب ابو العرفان علامہ محمد بشیر صاحب کی زیر نگرانی یہ ایک مستند بین الاقوامی جریدہ بن چکا ہے۔ ہم نوائے صوفیہ میں ایسے علمی مضامین شائع کرتے ہیں جو تمام اہل اسلام کے لئے قابل قبول ہوں۔ انہوں نے کہا کہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اور شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال چاند اور سورج کی سی ہے ہم ان بزرگوں کی تعلیمات کو بلا تفریق شائع کرتے ہیں۔ ہم تحقیقی نوعیت کے مضامین کو اولیت دیتے ہیں، اسی فضائل اہل بیت اور آئمہ طاہرین پر مشتمل مضامین کو بھی خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ انہوں نے اہل قلم کو دعوت دی کہ وہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے تعارف پر مشتمل مزید مضامین اشاعت کے لئے ارسال کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس رسالے کی ترویج کے سلسلے میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے باشعور نوجوانوں کا کردار ناقابل فراموش ہے۔

انہوں نے فری ڈسپنسری کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم تمام نادار بلتی مریضوں کو بلاامتیاز مذہب و عقیدہ حتی الامکان مفت علاج معالجہ کی سہولت فراہم کریں گے نیز دیہات سے آنے والے مریضوں کے ہسپتال میں داخلے کے لئے بھی رہنمائی فراہم کی جائے گی۔ انہوں نے اس اہم منصوبے سے اتفاق کرنے پر انجمن محمدیہ کے جنرل سکریٹری جناب حاجی محمد امین کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد اخوند فدا حسین صاحب نے نوائے صوفیہ کے بعض پہلوؤں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس رسالے میں کئی غیر ضروری باتیں شائع ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دن اس رسالے کی تعریف و توصیف کی بجائے اس پر تنقید ہونی چاہئے تھی۔

آخر میں رسالے کے چیف آرگنائزر جی۔ ایچ معروفی نے جو جلسہ کے سٹیج سکریٹری کے فرائض بھی نبھا رہے تھے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ اہل قلم، اہل دانش اور اہل خرد کو آپ لوگوں کے تعاون ہی کی بدولت اس رسالے کے لئے کام کرنے کا حوصلہ ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس رسالے کے تمام کارکن فی سبیل اللہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے مقررین کی طرف سے بعض تجاویز کا خیر مقدم کیا لیکن بعض کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ نوائے صوفیہ ایک غیر جانب دار مجلہ ہے جس کا جھکاؤ کسی بھی خاص گروہ کی جانب نہیں ہے۔ اس رسالے میں کسی شخصیت یا مکتب فکر کی تعریف یا ان پر تنقید نہیں ہوتی بلکہ صرف وہی مضامین شائع کئے جاتے ہیں جو دین اسلام کے مفاد میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ دور رہ کر پتھر پھینکنا آسان ہے مگر ان پتھروں کی چوٹ برداشت کرنا آسان نہیں۔ انہوں نے کہ نوائے صوفیہ کے مسلسل اشاعت کے دو

سالوں میں ہمیں بہت سے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ہے مگر ہمارے کارکنوں نے حوصلہ نہیں ہارا بلکہ پر امید ہو کر مستقل مزاجی سے یہ ذمہ داری نبھا تا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چیف ایڈیٹر ڈاکٹر غازی کی انتھک محنت اور دلچسپی کی بدولت آج یہ رسالہ معیار کی بلندیوں کو چھو رہا ہے جس کا اقرار بڑے بڑے اسکالروں نے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ اس رسالے کی بدولت لداخ اور پاکستان کے بچھڑے ہوئے نوربخشی بھائیوں میں رابطہ پیدا ہوا اور نوائے صوفیہ کو پڑھ کر لداخی بھائیوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ معروفی نے کہا کہ ادارہ نوائے صوفیہ مالی مشکلات سے دوچار ہے۔ ماہ ستمبر کا شمارہ فنڈ کی کمی کے باعث شائع نہیں کیا جاسکا۔ اگر مستقل خریدار اور نمائندہ حضرات اپنے بقایاجات بروقت بھیجتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ تمام تر مشکلات کے باوجود اس رسالے کی اشاعت انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گی۔ ہمیں اپنی باشعور اور غیرت مند قوم سے تعاون کی پوری امید ہے۔



فری ڈسپنسری میں ڈاکٹر گلزار حسین ایک مریض کا معائنہ کر رہے ہیں۔

## جناب میر عبدالعزیز کا اعزاز

معروف صحافی اور کشمیری رہنما اور ہفت روزہ انصاف کے مدیر جناب میر عبدالعزیز کو یوم آزادی کے موقع پر صدر پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری نے صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی سے نوازا ہے۔ میر صاحب انٹرنیشنل شاہ ہمدان ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری اور ماہنامہ نوائے صوفیہ کے لکھاری بھی ہیں۔ جملہ اراکین و قارئین نوائے صوفیہ نے میر صاحب کو ملنے والی اس عزت افزائی پر مسرت کا اظہار کیا ہے۔

ادارہ نوائے صوفیہ میر صاحب کو اس اہم کامیابی پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔



## انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے جنرل سکریٹری جناب غلام علی حیدری کے نام لیہ لداخ کے جناب سید مرتضیٰ علی کا خط اور اس کا جواب

از لیہ لداخ

محترم جناب غلام علی حیدری صاحب۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمیں اس امر سے انتہائی خوشی حاصل ہوئی کہ حلقہ نوربخشیہ سکردو سے تعلق رکھنے والے آپ جیسے نیک انسان نے ہمیں ہمدردانہ اور دینی جذبات سے بھرپور خط تحریر کیا۔ اسے ہم اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں جن کتابوں کے ارسال کرنے کا ذکر کیا ہے وہ ہمیں ابھی تک موصول نہیں ہوئی ہیں۔ آپ لوگوں سے رابطہ پیدا کرنا ہماری دیرینہ خواہش تھی مگر آپ لوگوں کے پتے معلوم نہ تھے۔ اب اللہ کے فضل سے یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ حیدری صاحب اگر مدرسہ شاہ ہمدان میں چھوٹے بچوں کو پڑھانے کا بندوبست ہو تو ہمیں تحریر فرمائیں۔ ہمارے بچوں کے لئے مشن سکول میں کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے۔ ہمارے یہاں ہندوستان میں اہل صوفیہ نوربخشیہ یو۔ پی سے لے کر طورتک تھنگ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بحمداللہ مذہب صوفیہ روزافزوں ترقی کر رہا ہے۔ تمام برادران ایمانی کو ہماری طرف سے سلام عرض کیجئے۔ خط کے جواب کا انتظار رہے گا۔

والسلام سید مرتضیٰ علی میر یا لیہ لداخ

### جواب

قابل احترام جناب سید مرتضیٰ علی صاحب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا محبت بھرا خط پڑھ کر از حد خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے جس خلوص و جذبے کا اظہار کیا ہے ہم اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ لوگوں کے ساتھ تعاون کرنا ہم اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ مذہب صوفیہ نوربخشیہ سے حقیقی لگاؤ رکھنے والے عقیدتمندوں نے احیائے دین اسلام و تعلیمات غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لئے عظیم دینی درسگاہ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کا قیام عمل میں لایا ہے۔ ہمارا مقصد اور مشن اندرون پاکستان و بیرون پاکستان نوربخشی بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا ہے۔ اس وقت اس درسگاہ میں پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بچے حصول تعلیم میں مصروف ہیں۔ ہمیں انتہائی خوشی ہوگی کہ لداخ سے بھی کوئی بچہ حصول تعلیم کی غرض سے یہاں آئے۔ آپ جتنے خواہشمند بچوں کو بھیجنا چاہیں بھیج دیں۔ ہم ان کی تعلیم و بیت کا بندوبست کریں گے۔ مشن سکول کے لئے کتابوں کا ایک سیٹ ارسال ہے ملنے پر اطلاع دیں۔ آپ کے عقیدت بھرے جذبات اور محبت بھرا اسلام بذریعہ نوائے صوفیہ تمام نوربخشی بھائیوں تک پہنچا دیا ہے۔ سبھی آپ لوگوں کے جذبہ ایمانی اور خلوص و محبت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ ہماری نیک دعائیں اور تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ یہاں سے تمام نوربخشی بزرگوں جوانوں، ماؤں اور بہنوں کی طرف سے ہندوستان میں مقیم تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ کو سلام پیش خدمت ہے۔

غلام علی حیدری جنرل سکریٹری
انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو بلتستان

## نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی تقریب حلف وفاداری

مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۶ء کو بعد از نماز جمعہ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ سٹلائٹ ٹاؤن سکردو میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو کی نو منتخب کابینہ کی تقریب حلف وفاداری کے سلسلے میں ایک پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں علمائے کرام، دانشوروں، طلباء اور عوام الناس کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تقریب کے صدر جناب صوفی غلام محمد صاحب تھے جبکہ مہمان خصوصی کے طور پر جناب چیرمین یوسف صاحب کو بلایا گیا تھا۔ اجلاس کا آغاز قاری غلام رسول صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جناب احمد جمال کو دعوت دی گئی۔ نو منتخب کابینہ سے جناب محمد ابراہیم فیضی صاحب نے حلف لیا۔ جس کے بعد مولانا صاحب نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ آج منتخب نمائندوں پر ایک نئی ذمہ داری عائد ہو گئی ہے۔ صدر جلسہ اور مہمان خصوصی نے نو منتخب کابینہ کو مبارک باد پیش کی۔ مہمان خصوصی نے نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی طرف سے مدرسہ شاہ ہمدان کے سالانہ امتحانات میں اول دوئم اور سوئم پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم کئے۔ آخر میں ایڈوکیٹ نذیر صاحب نے تنظیم کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ اخوند رسول صاحب کے دعائیہ کلمات کے ساتھ تقریب کا اختتام ہوا۔

نو منتخب کابینہ کے ارکان یہ ہیں۔

صدر۔ نثار حسین
نائب صدر۔ غلام رسول
جنرل سکریٹری۔ شاہ اللہ
جوائنٹ سکریٹری۔ محمد ابراہیم
فنانس سکریٹری۔ صوفی محمد الیاس
ناظم اجلاس۔ احمد جمال
رابطہ سکریٹری۔ حامد کمال
آفس سکریٹری۔ ظفر اقبال
لائبریرین۔ کاچو اختر
ڈپٹی لائبریرین۔ الطاف حسین
سکریٹری نشرواشاعت۔ غلام حیدر
سوشل سکریٹری۔ ذاکر حسین

شعبہ نشرواشاعت NYF سکردو

## رسم افتتاح

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن براہ بالا یونٹ نے ایک لائبریری کا قیام عمل میں لایا ہے جناب سید جمال الدین الموسوی نے اس لائبریری کا نام فیض بخش لائبریری رکھتے ہوئے اپنے دست مبارک سے اس کا افتتاح فرمایا۔

حسین علی شہباز پریس سکریٹری

## عظمت رفتہ کی بحالی کا آغاز

امسال ماہ اگست میں براہ لنگما میں دس روزہ اعتکاف کی نورانی محفل منعقد ہوئی، جس میں سید جمال الدین صاحب کے فرزند ارجمند صاحبزادہ محمد مختار صاحب سمیت کل ستائیس افراد نے شرکت کا شرف حاصل کیا۔ اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جناب بوا رستم علی صاحب نے تزکیہ نفس کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور معتکفین کو مبارک باد دی۔ آخر میں دعائے خیر کے ساتھ یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

پریس سکریٹری NYF براہ

## پروفیسر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی کا دورہ ایران

معروف سکالر شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے صدر اور نوائے صوفیہ کے قلمی معاون جناب پروفیسر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی حکومت ایران کی دعوت پر ہمدان اور تہران کا ایک ہفتے کا دورہ کر کے وطن واپس آگئے۔ اپنے اس مطالعاتی دورے کے دوران آغا صاحب نے آثار شاہ ہمدان کا مطالعہ کیا اور اگلے سال ایران میں بین الاقوامی شاہ ہمدان کانفرنس کے انعقاد کے بارے میں ایرانی حکام سے تبادلہ خیال کیا۔ نوائے صوفیہ کے نمائندے سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے اپنے دورے کو مفید قرار دیا۔ آغا صاحب نوائے صوفیہ کے لئے اپنے دورے کے تاثرات قلمبند کرنے میں مصروف ہیں۔

# قارئین کے خطوط

ہومیوڈاکٹر ایم ۔ اے شاہد

نوائے صوفیہ کا پچھلا شمارہ ملا۔ آپ لوگوں نے متحد ہو کر انتہائی جانفشانی سے نوائے صوفیہ کو جو ترقی دی ہے، ہم بھارت میں مقیم پیروکاران صوفیہ نوربخشیہ کی طرف سے تہہ دل سے مبارک باد قبول کریں ۔ مدرسہ شاہ ہمدان کے جناب غلام حیدری صاحب کا خط ملا ہے لیکن ارسال کردہ کتابیں نہیں ملی ہیں اگر آپ کے پاس چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لئے کتابیں موجود ہیں تو برائے مہربانی ارسال کریں یہاں ہمارے مذہب کی کتابیں نہیں ہیں ۔ اگر مدرسہ شاہ ہمدان میں چھوٹے بچوں کو پڑھانے کا بندوبست ہے تو مطلع کریں ۔ آپ نے ہمارے خطوط نوائے صوفیہ میں چھاپ کر پاکستان کے نوربخشیوں سے ہمارا تعارف کرایا بہت سے لوگوں کے خطوط ہمیں مل رہے ہیں ۔ نوائے صوفیہ کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں ۔ تمام صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکاروں کو ہمارا اسلام قبول ہو۔



سید مرتضیٰ علی صدر علی مدد ایکشن کمیٹی نوبرہ لداخ





محمد ابراہیم داپا ماٹھیکیدار بقداتگ بقدور علی ممبر اسلامیہ مشن اسکول بقداتگ

نیشنل لائبریری آف پاکستان اسلام آباد ملک میں شائع ہونے والے تمام اخبارات ورسائل کی ڈائریکٹری شائع کر رہی ہے ۔ اس ڈائریکٹری میں کاپی رائٹ قانون کے تحت شائع ہونے والے جرائد کو شامل کیا جا رہا ہے ۔ یہ ڈائریکٹری درج شدہ اخبار اور رسائل کی قومی اور بین الاقوامی سطح پر تشہیر کا موجب بنے گا ۔ لہٰذا التماس ہے کہ آپ کے رسالے کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کریں ۔

انچارج سیریلز سیکشن
نیشنل لائبریری آف پاکستان اسلام آباد

نوائے صوفیہ اسلامی معلومات کا ذخیرہ لئے پڑھنے کو ملا ۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید ترقی دے ۔

نائیک غلام حیدر یونچی

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری اور خریدار ہوں اس دفعہ سالانہ چندہ ارسال کرنے میں تاخیر ہوئی ۔ معذرت خواہ ہوں ۔

منشی محمد حسین شگری
وزیرپور شگر

سے دنیا بھر میں صوفیہ نوربخشیہ کا تعارف ہو رہا ہے ۔

شکور علی سرکی شگر

نوائے صوفیہ شمارہ ۲۰ نہایت معیاری تھا ۔ ذاکر حسین ذاکر صاحب کا شام غریباں بہت پسند آیا ۔

محمد شریف غازی سکردو

نوائے صوفیہ کا شیدائی اور مستقل خریدار ہوں ایک عدد مضمون ارسال ہے ۔ علماء کرام سے التماس ہے کہ وہ اختلافی مسائل اور انانیت اور اقربا پروری کو چھوڑ کر متحد ہو جائیں اور مسلک حقہ صوفیہ نوربخشیہ کی تبلیغ واشاعت میں حصہ دار بنیں

نوائے صوفیہ کے اراکین ادارت سے ملاقات کی خواہش دل میں لئے اسلام آباد آیا تھا ۔ باجود تلاش بسیار کے رسالے کا دفتر ڈھونڈنے میں ناکام رہا۔ مضمون کی اشاعت کا شکریہ ۔

ایم ۔ایچ کاوش کراچی

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں ۔بہت ساری خصوصیات کی وجہ سے یہ رسالہ دن بدن مقبول ہوتا جارہا ہے ۔ ڈاکٹر غازی صاحب کے کاوشوں سے ہم بہت متاثر ہیں ۔اللہ ان کو مزید دینی خدمات کی توفیق دے ۔

غلام محمد خان سرموں

ایک نظم کربلا اور نماز ارسال خدمت ہے ۔ ایک ضروری گزارش ہے کہ بعض مضمون نگار کسی کتاب سے استفادہ کرکے اس کے مندرجات کو من و عن نوائے صوفیہ میں اشاعت کے لئے بھیجتے ہیں جبکہ اصل کتاب کا حوالہ نہیں دیتے ۔ برائے مہربانی اس سلسلے میں ضروری ضوابط شائع کئے جائیں ۔

ذاکر حسین ذاکر میرپور

اس بار دو شکایتوں کے ساتھ نوائے صوفیہ کو خط لکھ رہا ہوں ۔ مدرسہ شاہ ہمدان کے اکثر طلباء نے مختلف موضوعات پر مضامین ارسال کئے ہیں لیکن تاحال کوئی ایک بھی شائع نہیں ہوا ۔ وضاحت کریں ۔اس کے علاوہ نوائے صوفیہ کے لئے خطوط بھی ارسال کئے تھے وہ بھی شائع نہیں ہوئے ۔

غلام نبی ثاقب
مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

جواب ۔غلام نبی صاحب ۔ہم قارئین کے تمام خطوط اہتمام سے شائع کرتے ہیں اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ کوئی خط بھی اشاعت سے نہ رہ جائے ۔جہاں تک مضامین کا تعلق ہے ہمیں مدرسہ شاہ ہمدان کے طلباء اور علماء کی طرف سے کوئی قابل ذکر مضمون موصول نہیں ہوا ۔ رسالے میں جملہ مضامین صرف اہلبیت کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں ۔

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں ۔ عصر حاضر کے تقاضوں کی ترجمانی میں نوائے صوفیہ فقید المثال ہے ۔

غلام رسول و محمد ابراہیم
مدرس گمبہ سکردو

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں اس کے اعلیٰ معیار کی وجہ سے اس کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ آئندہ سے دس عدد رسالے میرے نام ارسال کیا کریں ۔ہمارا تعاون ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا ۔

محمد موسیٰ کورو

نوائے صوفیہ میں کئی مضمون نگاروں کے ایک سے زیادہ مضامین شائع ہوتے ہیں لیکن کبھی وہ مکمل طور پر غائب ہوجاتے ہیں ۔ غلام محمد نوبراہ کا خط اور فوٹو دیکھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی انہیں نوائے صوفیہ کے وساطت سے میرا سلام ۔ میرے ارسال کردہ مضامین تاحال شائع نہیں ہوئے ۔

م ۔ش ۔ کوروی

نوائے صوفیہ کی قیمت پاکستان میں چھپنے والے رسائل سے بہت کم ہے ۔ لہٰذا میری تجویز ہے کہ رسالے کی قیمت کم از کم بارہ روپے اور سالانہ چندہ ۱۴۰ روپے کردیں ۔یہ خواہش میرے علاوہ نوائے صوفیہ کے دوسرے چاہنے والوں کی بھی ہے ۔اس طرح ہمارے محبوب رسالے کو کسی مشکل کے بغیر جاری رکھنے میں مدد ملے گی ۔

غلام عباس شاہد کراچی

ماہ جولائی اور اگست کی بیس کاپیاں موصول ہوئیں ۔ قیمت ارسال ہے ۔

احمد علی کراچی

دعاؤں کا انبار لئے پہلی مرتبہ نوائے صوفیہ کے لئے خط لکھ رہا ہوں ۔ گوناگوں مشکلات اور سرمائے کی کمی کے باوجود شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کے مشن کو آگے بڑھانا کوئی آسان کام نہیں ۔ جناب غازی صاحب کا مضمون بیول اور نظریہ ارتقاء اور قبلہ علامہ صاحب کا مجموعہ شریعت محمدیہ ناقابل فراموش ہیں ۔

ممتاز علی تھلوی سکردو

The Monthly **NAWA-I-SUFIA** Islamabad
Reg. No.B/1-D-97



قدیم تاریخی مسجد تھورسی کھر واقع خپلو